محمود، فاروق، فرزانہ
اور انسپکٹر جمشید
سیریز

چالباز

اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور
انسپکٹر جمشید کے کارنامے

چالباز

اشتیاق احمد

تفریح بھی ، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	چالباز
نمبر	720
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	[illegible] روپے

ISBN# 978-969-601-020-3

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2578273 - 2581720
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

دو باتیں

السلام علیکم!

لیجیے جناب! چال باز آپ کے ہاتھوں میں ہے اور وہ چال باز ہی کیا جو آپ کو چکر نہ دے جائے۔ جی ہاں! آپ اس بار چال باز کی چال میں ضرور آئیں گے، تاہم یہ دعویٰ نہیں، اس لیے کہ دعوے عام طور پر غلط ہو جاتے ہیں، پھر قاری طرح طرح کے خط لکھتے ہیں اور میں اپنا سامنہ لے کر رہ جاتا ہوں۔ اب اپنا سامنہ لے کر بھی نہ رہ جاؤں تو آخر کیا کروں، کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑتا ہے۔ اب اس ناول کو ہی لے لیجیے، یہ بھی تو آخر لکھنا پڑا ہے تبھی تو یہ آپ تک پہنچ پایا ہے، ورنہ بے چارہ راستے ہی میں رہ جاتا ہے آپ اس کی راہ تکتے رہ جاتے۔

لگتا ہے، دو باتیں راستہ بدل رہی ہیں، کسی اور ہی ڈھب پر چل پڑی ہیں، اس لیے میں بات روک رہا ہوں اور پھر وہیں سے دو باتیں شروع کر رہا ہوں، یعنی چال باز آپ کے ہاتھوں میں ہے، لیجیے! آپ تو ڈر گئے، بھئی ایسا بھی کیا، آپ کو ناول پڑھتے کتنی مدت ہوگئی، آپ میں سے بعض کہ اٹھیں گے... کتنی کیا بھئی سب کی مدت اپنی اپنی ہوتی ہے، جیسے اپنی اپنی ڈفلی، اپنا اپنا راگ، یوں تو بہت سے قاری ایسے بھی ہیں جو ناول پڑھتے پڑھتے بوڑھے ہو چکے ہیں، ان کے بعد ان کے بیٹے بھی ناول پڑھتے پڑھتے جوان ہو چکے ہیں اور خیر سے بیوی بچوں والے بن چکے ہیں اور اب ان کے بچے ناول شروع کر چکے ہیں، اس لیے یہ تو میں نہیں بتا سکتا کہ آپ کو کتنی مدت ہوگئی ہے... یہ تو آپ کو خود بتانا ہوگا۔ کہنے کا مطلب صرف یہ تھا کہ آپ کو چال باز سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، یہ آپ کو کچھ نہیں کہے گا... البتہ آپ کے لیے دلچسپی کا سبب ضرور بن جائے گا... لیکن اس میں اس کا بھی کیا قصور! ہیں جی

اشتیاق احمد

احادیث شریف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرئیل علیہ السلام میرے پاس یہ خوشی خبری لائے ہیں، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا، جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا، اللہ تعالی اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں گے اور جو مجھ پر دس بار درود بھیجے گا، حق تعالی اس پر سو رحمتیں نازل فرمائیں گے۔

(مسلم)

☆☆☆☆

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مجھ پر جمعے کے دن کثرت سے درود شریف پڑھا کرو، کیونکہ اس دن تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (بیہقی)

☆☆☆☆

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتے ہوں گے۔ (ترمذی)

☆☆☆☆

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالی کے کچھ فرشتے ہیں جو پوری دنیا میں گشت کرتے رہتے ہیں اور میری امت میں سے جو شخص مجھ پر درود وسلام بھیجتا ہے، وہ میرے سامنے لا کر پیش کر دیتے ہیں۔

(نسائی۔ دارمی۔ مشکوٰۃ۔ بیہقی۔ ابن حبان)

فون

ان کے فون کی گھنٹی بجی۔ سب سے پہلے انسپکٹر جمشید کی آنکھ کھلی۔ انہوں نے اپنے کمرے میں رکھے فون کا ریسیور اٹھا لیا۔ ادھر محمود کی آنکھ کھلی، اس نے اپنے فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا، دوسری طرف سے کوئی بہت خوف زدہ آواز میں کہہ رہا تھا۔

''سنیے! کیا یہ نمبر انسپکٹر جمشید کا ہے... انکوائری سے یہی نمبر معلوم ہوا ہے۔''

''انسپکٹر جمشید ہی بات کر رہا ہوں۔'' وہ بولے۔

''خدا کا شکر ہے... یہ آپ ہی ہیں... بہت خوف ناک بات ہو گئی ہے... میں نے سامنے والی کوٹھی میں... لرزہ خیز چیخوں کی آوازیں سنی ہیں، جیسے کسی کو ذبح کیا جا رہا ہو... بس پھر مجھ سے رہا نہ گیا... میں نے سوچا، پولیس اسٹیشن کو فون کر دوں، لیکن ادھر سے کسی نے فون کا ریسیور نہیں اٹھایا، اب کیا کرتا، آپ کا نام ذہن میں آیا، آپ کا نمبر معلوم کیا اور فون کر دیا۔'' اس نے جلدی جلدی کہا۔

''کوئی بات نہیں آپ نے اچھا کیا... مہربانی فرما کر اپنا نام اور پتا دیں اور سامنے والی کوٹھی کسی کی ہے... یہ بھی بتائیں... ویسے کیا آپ نے دستک دے کر

صورت حال معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔

''جی... جی نہیں... میری تو وہاں جانے کی ہمت ہی نہیں پڑی۔''

''میرا مطلب ہے، بعض اوقات ایسی آوازیں ٹی وی پر لگی فلم وغیرہ سے بھی تو آجاتی ہیں۔''

''میں نے چند سایوں کو بھاگ دوڑ کرتے بھی دیکھا ہے... مجھے یقین ہے... یہاں ضرور کچھ ہوا ہے۔''

''اچھی بات ہے، آپ کا نام۔''

''جی میں توفیق شاشا بات کر رہا ہوں اور میرے سامنے والی کوٹھی میں فیاض گرمانی رہتے ہیں۔''

''ان کے گھر میں اور کتنے افراد ہیں... آپ نے پتا نہیں بتایا۔''

''ان کی بیوی ہے، بچے ہیں، ملازم ہے... بس آپ آجائیں... فیصل ٹاؤن 309، 310۔''

''اچھی بات ہے۔'' انہوں نے نام نوٹ کرتے ہوئے کہا۔

اور پھر دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ اب وہ فون میں بولے۔

''تو تم نے ساری بات سن لی۔''

''جی ہاں! کیا کرتا، آنکھ جو کھل گئی تھی۔''

''سردی زیادہ ہے، میرا خیال ہے، تم آرام کرو میں دیکھ آتا ہوں...''

''لیکن آپ متعلقہ تھانے کے ذمے دار کو کیوں اطلاع نہیں دے دیتے۔''

''توفیق صاحب کوشش کر چکے ہیں... شاید وہ لوگ سوئے پڑے ہیں، یا فون کا ریسیور انہوں نے نیچے رکھا ہوا ہے۔''

''ضرور یہی بات ہو گی... پھر میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔''

''میں نے کہا نا... سردی زیادہ ہے۔''

''پھر کیا ہوا۔''

''اچھی بات ہے، تیار ہو جاؤ، میں کپڑے تبدیل کر کے نکل رہا ہوں۔''

''جی اچھا۔''

محمود نے کہا، فاروق اور فرزانہ پر ایک نظر ڈالی پھر مسکرایا۔

''سوتے رہو، آج میں اکیلا ہی جا رہا ہوں۔''

''یہ کیسے ممکن ہے۔'' وہ فرزانہ کی آواز سن کر اچھل پڑا۔

''اوہ! تو تم جاگ رہی ہو، خیر خاموشی سے نکلنے کی کرو... آج فاروق کو سونے دو۔''

''بڑے آئے تیس مار خان۔'' فاروق کی آواز سنائی دی۔

وہ کھسیانے انداز میں مسکرانے لگا... پھر جب انسپکٹر جمشید کمرے سے نکل کر صحن میں آئے تو وہ تینوں بالکل تیار کھڑے تھے۔

''حد ہو گئی... میرا خیال تھا، صرف محمود مجھے تیار کھڑا نظر آئے گا۔''

''چلیے آج آپ کا ایک خیال تو غلط ثابت ہوا۔'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

''لیکن تم لوگوں کے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں... ہو سکتا ہے، وہاں کچھ بھی نہ ہوا ہو۔''

''چلیے ہم بھی دیکھ لیں گے وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔'' فاروق مسکرایا۔

''اچھا بابا چلو جمے گی قلفی تمہاری مجھے کیا۔''

''مزے لے لے کر کھائیں گے۔'' فاروق بولا۔

''دسمبر میں۔'' انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میرا خیال ہے، آپ لوگ یہیں وقت ضائع کر دیں گے اور وہاں نہ جانے کیا ہو چکا ہو۔" انہوں نے بیگم جمشید کی آواز سنی۔

"تو آپ بھی جاگ گئیں۔"

"دروازہ بند کرنے کے لیے بھی تو جاگنا پڑتا۔" انہوں نے منہ بنایا۔

پھر وہ اپنی کار میں بیٹھے اور فیصل ٹاؤن کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ سفر چالیس منٹ کا ثابت ہوا۔ پھر وہ کوٹھی نمبر 309 کے سامنے رکے۔ فوراً ہی اس کا دروازہ کھلا اور ایک دبلا پتلا آدمی سردی سے کانپتا باہر نکلا۔

"مم... میں... میں توفیق شاشا ہوں، میں نے ہی آپ کو فون کیا تھا... یہ ہے سامنے والی کوٹھی..."

انہوں نے دیکھا، کوٹھی مکمل طور پر تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ گلی میں بھی روشنی کم تھی۔

"آپ نے گھنٹی بجائی، دستک دی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نن نہیں... میں اب تک خوف زدہ ہوں..."

"اچھی بات ہے... ہم دیکھتے ہیں۔"

اب انہوں نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا، لیکن کوئی آواز سنائی نہ دی، شاید مین سوئچ بند کر دیا گیا تھا۔ اب انہوں نے دروازے پر زور دار دستک دی، لیکن کوئی جواب سنائی نہ دیا۔

"دروازہ اندر سے بند ہے... اب کیا کیا جائے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ظاہر ہے ایسے میں فاروق کی ہی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں۔" فرزانہ شریر انداز میں بولی۔

"اتنی سردی میں۔" فاروق گھبرا گیا۔

"کیا معاملہ ہے۔" توفیق شاشا بولا۔

"ارے ہاں! آپ کے ہاں کوئی سیڑھی تو ہو گی۔"

"آپ کا مطلب ہے... لکڑی کی سیڑھی۔" اس نے پوچھا، پھر بولا۔

"ہاں بالکل ہے۔"

"محمود! تم ان کے ساتھ جاؤ اور سیڑھی لے آؤ... فاروق پائپ پر چڑھنے سے بال بال بچ گیا۔" انہوں نے ہنس کر کہا۔

"تب پھر ابا جان... سیڑھی لینے کے لیے فاروق کو جانا چاہیے تھا۔" محمود نے منہ بنایا۔

حد ہو گئی، یہ لو میں چلا جاتا ہوں، کام چور کہیں کا۔" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"کہیں کا کیوں... یہیں کا کیوں نہیں۔" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"بال کی کھال اتارنا تو بس کوئی تم سے سیکھے۔" فاروق نے جانے کے لیے مڑتے ہوئے کہا۔

"لیکن کوئی کیوں... تم میں کیوں نہیں سیکھ لیتے۔" فرزانہ بھی بھلا کب چپ رہنے والی تھی۔

"سمجھوں گا تم سے بھی۔" فاروق نے پاؤں پٹخے۔

"لیکن میرا مشورہ ہے، الجبرا نہ سمجھنا۔" محمود ہنسا۔

"توبہ ہے تم لوگوں سے، توفیق پاشا کیا سوچیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"جی پاشا نہیں، شاشا۔" توفیق جلدی سے بولا۔

"اللہ آپ کو نیک توفیق دے... یہ شاشا کیا چیز ہے۔" فاروق بول اٹھا۔

"ذات... ذات ہے ہم لوگوں کی۔" اس نے برا سا منہ بنایا۔

"بس آ گئی سیڑھی۔" انسپکٹر جمشید جل گئے۔

"حیرت ہے... ہم لینے گئے نہیں اور وہ آ بھی گئی، بے وقوف کہیں کی۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"کک... کون؟" شاشا کے منہ سے نکلا۔

"جی... سیڑھی اور کون۔"

"اچھا بھائی... تم یہیں ٹھہرو... میں سیڑھی لے آتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے بھنا کر کہا اور توفیق کے پیچھے جانے کے لیے مڑے۔

فوراً ہی فاروق نے دوڑ لگا دی۔ توفیق شاشا بوکھلا کر مڑا۔

"کک... کیا ہوا"

"کک... کچھ نہیں ہوا... لیکن اب اگر میں رکا تو کچھ نہ کچھ ضرور ہو جائے گا۔ آپ بس فوراً سیڑھی کی طرف چل دیں۔"

دونوں تیز تیز قدم اٹھائے سامنے کوٹھی میں داخل ہو گئے۔

"بس رہنے دیں شاشا صاحب... میں لے آئی ہوں سیڑھی۔" فاروق نے ایک عورت کی آواز سنی۔

"آپ بہت اچھی ہیں بیگم... چراغ لے کر بھی ڈھونڈوں گا تو آپ جیسی نہیں ملے گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں... ابھی میں زندہ ہوں۔" عورت کی تیز آواز سنائی دی۔

"میں معافی چاہتا ہوں... میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ خدانخواستہ فوت ہو گئی ہیں۔"

اب فاروق نے دیکھا، عورت کی عمر چالیس سال کے قریب تھی۔ اس کا رنگ سرخ و سفید تھا... تاہم وہ خوف زدہ سی تھی۔

پھر ان دونوں نے مل کر سیڑھی اٹھائی... ویسے وہ زیادہ وزنی نہیں تھی۔

"کیا ابھی تک کچھ پتا نہیں چلا" پیچھے سے بیگم شاشا نے پوچھا:

"ابھی تو یہ لوگ آئے ہیں... اس سیڑھی کے ذریعے اندر داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔ بیرونی دروازہ اندر سے بند ہے۔"

"اللہ کرے اندر ہر طرح خیریت ہو اور یہ سب آپ کا وہم ثابت ہو۔" بیگم شاشا نے دعا مانگی۔

"کیا کہہ رہی ہیں بیگم... میں نے چیخ و پکار کی آوازیں خود اپنے کانوں سے سنی ہیں۔" توفیق شاشا نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن میں نے کیوں نہیں سنیں۔" وہ بھی اسی انداز میں بولی۔

"آپ تو نیند کی گولیاں کھا کر سوتی ہیں اور میری نیند بہت کچی ہے۔"

پھر وہ گھر سے باہر نکل آئے، ز روق نے دیکھا، بیگم شاشا اب دروازے پر آ کھڑی ہوئی تھی... ادھر انسپکٹر جمشید نے انہیں دیکھ کر منہ بنایا۔

"ایک سیڑھی لانے میں اتنی دیر لگا دی۔"

"شکر کریں... انہیں دو سیڑھیاں نہیں لانا تھیں۔" فرزانہ مسکرائی۔

انہوں نے سیڑھی دیوار سے لگائی... اس کا سرا چھت تک چلا گیا۔

"چلو فاروق بسم اللہ کرو۔"

"اب بھی میں ہی بسم اللہ کروں ابا جان... آپ بھول رہے ہیں، یہ

سیڑھی ہے، پائپ نہیں۔"

"میں چلا جاتا ہوں، تمہاری طرح ڈرپوک نہیں۔" محمود نے ایک تیز نظر اس پر ڈالی اور سیڑھی پر چڑھتا چلا گیا۔ پھر وہ چھت پر نظر آیا۔

"صحن میں اترنے کے لیے سیڑھی کو اوپر اٹھانا ہوگا... زینہ دوسری طرف سے بند ہے۔"

"اچھی بات ہے۔"

انہوں نے نیچے سے سیڑھی اوپر اٹھائی، محمود نے اسے اوپر کھینچ لیا، پھر صحن میں لٹکا دیا۔ سیڑھی فرش پر لگ گئی اور اس کا اوپر والا سرا جنگلے سے آ لگا۔ اس طرح محمود آسانی سے اتر گیا... پورا مکان گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سمائی نہیں دے رہا تھا، لیکن محمود کے پاس پنسل ٹارچ تھی... اس کی مدد سے اس نے صحن کا جائزہ لیا تھا۔ اب اس نے مین سوئچ تلاش کیا... سوئچ بورڈ مل گیا، لیکن مین سوئچ تو پہلے ہی نیچے تھا... گویا کوئی خرابی تھی۔ اب وہ صدر دروازے کے طرف بڑھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔

"کیوں کیا رہا؟"

"ابھی تو میں صرف دروازہ کھولنے کے قابل ہو سکا ہوں، لائٹ مکمل طور پر غائب ہے... لیکن سوئچ آف نہیں ہے۔"

"اوہ! اوہ۔" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

☆☆☆☆

ہوش آ گیا

انہوں نے اپنی ٹارچیں روشن کر لیں۔ سوئچ بورڈ کے تمام فیوز باری باری چیک کیے، وہ سب کے سب اڑے ہوئے تھے۔

"سب فیوز خود بخود نہیں اڑ سکتے، ان کو اڑایا گیا ہے۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"لیکن ان سب کو تو درست کرنے میں کافی وقت لگ جائے گا، جب کہ ہمیں معلوم نہیں، اس گھرانے کے لوگوں کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے... لہٰذا پہلے ہم ٹارچوں کی مدد سے گھر کا جائزہ کیوں نہ لے لیں۔" فرزانہ بولی۔

"یہ زیادہ مناسب رہے گا۔"

انہوں نے سر ہلا دیے۔ اب پہلے پورے گھر کے کمروں کو دیکھا گیا، تمام کمروں کے دروازے کھلے پڑے تھے، کمرے کی ہر چیز بھی اپنی جگہ پر نظر آئی، کہیں کسی بے ترتیبی کے آثار نہیں تھے۔ ایک کمرے کے دروازے بند ملے، گویا وہ اندر سے بند تھے۔ پہلے انہوں نے دستک دی، جواب نہ ملنے پر انسپکٹر جمشید ان تالوں پر جٹ گئے۔ آخر اپنی ماسٹر کی سے انہوں نے تالا کھول ڈالا، جونہی تالا کھلنے کی آواز سنائی دی، وہ دائیں بائیں ہٹ گئے۔ کیونکہ اندر ان کے لیے خطرہ ہو سکتا

تھا، جب اندر کسی حرکت کے آثار ظاہر نہ ہوئے تو یہ لوگ دروازے پر آ گئے۔ انہوں نے دیکھا، گھر کے افراد فرش پر بے ہوش پڑے تھے۔ ان میں دو مرد، دو عورتیں اور چار بچے تھے۔

وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھے، ان کا جائزہ لیا۔ وہ مکمل طور پر بے ہوش تھے۔ انہیں ہلایا جلایا گیا۔ چہروں پر پانی کے چھینٹے دیے گئے، لیکن ان میں سے کسی کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔ آخر انسپکٹر جمشید نے ڈاکٹر فاضل کو فون کیا، پھر انہوں نے سب انسپکٹر اکرام کو فون کیا اور ہدایات دیں۔ اس کے بعد وہ توفیق شاشا کی طرف مڑے۔

''کم از کم اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس گھر میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی... گڑبڑ یہاں ضرور ہوئی ہے... تاہم کوئی شخص قتل وتل نہیں ہوا، اللہ کا شکر ہے۔''

''جی... جی ہاں! بالکل۔'' توفیق شاشا نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

اور پھر وہاں ڈاکٹر فاضل پہنچ گئے۔ انہوں نے تمام بے ہوش افراد کا جائزہ لیا۔ انہیں دوائیں سنگھائیں۔ جب کچھ نہ بنا تو ایک ایک انجکشن سب کو لگایا۔ اس پر بھی وہ ہوش میں نہ آئے تو انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولے۔

''یہ تو کوئی بہت ہی عجیب بے ہوشی ہے، انہیں ہسپتال لے جانا پڑے گا۔''

''اچھی بات ہے۔''

اسی وقت اکرام اپنے ماتحتوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ تمام بے ہوش لوگوں کو ہسپتال بھیج دیا گیا۔ اکرام کو ہدایات دے دی گئیں کہ جونہی یہ لوگ ہوش میں آئیں انہیں اطلاع دی جائے، پھر وہ ان سے بولے۔

''سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔''

''آرام۔'' فاروق بول اٹھا۔

انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا، پھر بولے۔

''آرام کس طرح کر لیں... ایک گھر کے آٹھ افراد پر اسرار بے ہوشی میں مبتلا ہیں۔''

''ہم ان کے لیے جو کر سکتے تھے، کر چکے، اب مزید کیا کر سکتے ہیں، کہانی تو اب ان کے ہوش میں آنے کے بعد ہی معلوم ہو گی۔''

''کک... کہانی۔'' فرزانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''کیوں! تمہیں کیا ہوا، کیا کوئی ترکیب سوجھ گئی، لیکن یہاں ابھی کسی ترکیب کا سوال ہی کب پیدا ہوا ہے۔'' محمود نے جلدی جلدی کہا۔

''کک... کیا کہا... ترکیب کا سوال، یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔''

''دماغ خراب ہے تمہارا، یہ نام ناول کا نام نہیں ہو سکتا۔'' فرزانہ اس پر الٹ پڑی۔

''سوتے وقت انگارے تو نہیں چبا لیے تھے بھول میں۔'' فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

''غلط بالکل غلط... انگارے بھول میں چبائے ہی نہیں جا سکتے یاد دلانے پڑتے ہیں، ہم انگارے ہیں انگارے، کوئی لڈو نہیں ہیں۔'' محمود مسکرایا۔

''توبہ ہے تم تینوں سے... بات کو اچک لیتے ہو۔'' انسپکٹر جمشید جل گئے۔ پھر چونک کر فرزانہ سے بولے۔

''تم کسی کہانی کی بات کر رہی تھیں۔''

''میرا مطلب تھا، ہم ان کے ہوش میں آنے کا انتظار کیوں کریں، اس سے پہلے ہی کچھ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہ کریں۔''

''اچھی بات ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے سر ہلا دیا۔

"فرزانہ کی بات اور اچھی نہ ہو۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

وہ مسکرا دیے۔

"پہلے توفیق پاشا صاحب آپ بتائیں، ان کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔"

"کچھ نہیں... اور میرا نام پاشا نہیں، شاشا ہے۔" وہ جل گیا۔

"معاف کیجیے گا ... میں آپ کے نام کا مذاق ہرگز نہیں اڑا رہا... بھول میں نکل جاتا ہے، اب کوشش کروں گا، درست نام ہی منہ سے نکلے۔"

"چلیے خیر... کوئی بات نہیں... میں اس محلے میں ابھی تین ماہ پہلے ہی آیا ہوں، اس لیے یہاں کے لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا... مجھے تو بس اتنا معلوم ہے کہ یہاں رہنے والے دونوں مردوں کے نام فیاض گرمانی اور اعجاز گرمانی ہیں، میری بیوی ایک بار ان کے گھر گئی تھیں، وہ بھی بس ادھر ادھر کی باتیں کر کے واپس لوٹ آئی۔"

"خیر کوئی بات نہیں، محمود، فاروق، تم ذرا دائیں بائیں والے پڑوسیوں کو بلا لاؤ۔"

"شدید سردی کے موسم میں ان کے لیے لحافوں سے نکلنا آسان کام نہیں ہوگا ابا جان... فاروق نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں واقعی... خیر رہنے دو، فی الحال ہم ان کے گھر کا اور گھر کی چیزوں کا جائزہ لیں گے، مسٹر شاشا ہمارے ساتھ رہیں گے، تاکہ بعد میں یہ گواہی دے سکیں کہ ہم نے کوئی چیز... ارے۔" اچانک انسپکٹر جمشید چونکے، ان کی آنکھیں توفیق شاشا پر جم گئیں۔

"کک... کیا ہوا، خیر تو ہے؟" وہ گھبرا گیا۔

"آپ صرف تین ماہ پہلے یہاں آئے ہیں۔"

"ہاں تو پھر! اس سے کیا ہوتا ہے۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ نے ان کے گھر میں چیخوں کی آوازیں سنیں... پھر آپ نے پولیس اسٹیشن فون کیا، ادھر سے کسی نے فون نہیں اٹھایا... تب آپ نے مجھے فون کیا۔" انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر رک گئے۔

"جی ہاں! یہی بات ہے... تب پھر...؟"

"تب پھر یہ کہ آپ کو میرا خیال کیسے آ گیا... آپ نے یہ کیسے فیصلہ کر لیا کہ پولیس اسٹیشن سے جواب نہیں مل رہا تو انسپکٹر جمشید کو فون کرنا چاہیے۔"

"اوہ! یہ کوئی بات نہیں... آپ سے اس ملک میں کون واقف نہیں، پھر میں آپ لوگوں کے کارنامے پڑھنے کا بہت شوقین ہوں، پہلے دوسرے شہر میں رہتا تھا تو سوچا کرتا تھا، کاش کہیں آپ سے ملاقات ہو جائے، اس شہر میں آیا تو معلوم تو تھا ہی کہ آپ یہیں رہتے ہیں... اور ارادہ بھی تھا، کسی دن آپ سے ملاقات کروں گا... بس پھر یہ اتفاق بن گیا... پولیس اسٹیشن سے جواب نہ ملا تو قدرتی طور پر آپ کا خیال آ گیا... میرے خیال میں تو اس میں کوئی عجیب بات نہیں۔"

"ہاں! اب تو واقعی کوئی عجیب بات نہیں رہ گئی۔" انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔ ساتھ میں مسکرائے... پھر انہوں نے کہا۔

"کیا خیال ہے، ہم ان کے گھر کی تلاشی لے لیں... شاید کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے۔"

"بھلا میں اس میں کیا کہہ سکتا ہوں، قانون اگر آپ کو اس کی اجازت دیتا ہے تو آپ ایسا کر لیں۔"

"آپ بس ہمارے ساتھ رہیں... تاکہ یہ گواہی دے سکیں کہ ہم نے

مکان کی کوئی چیز نہیں لی... یا جو کچھ ہمیں ملے، اس کی گواہی آپ دے سکیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

اور پھر وہ اندر داخل ہو گئے... لیکن اصل مسئلہ تھا روشنی کا۔ چنانچہ پہلے انہوں نے بجلی مرمت کرنے والوں کو بلایا۔ چند منٹ بعد پورا گھر روشن ہو گیا، لیکن مرمت کرنے والوں کے چہروں پر بلا کی حیرت نظر آئی، وہ ان کی حیرت کو محسوس کیے بغیر نہ رہے۔ محمود بول اٹھا۔

"کیا بات ہے بھئی... خیر تو ہے۔"

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"گھر کی لائٹ خود بخود خراب نہیں ہوئی تھی... خود کوئی فیوز نہیں اڑا تھا، لیکن سب کے سب فیوز اڑے ہوئے تھے، اس کا مطلب ہے فیوز اڑے گئے ہیں۔" دوسرا بولا۔

"تب اس میں حیرت کی کیا بات ہے، فیوز اڑانا تو بہت آسان ہے، جرائم پیشہ لوگ اس کے لیے عام طور پر یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ کسی ہولڈر میں سے بلب نکال لیتے ہیں اور ایک سکہ اس کے اوپر رکھ کر ہولڈر میں لگاتے ہیں، جونہی سکہ ہولڈر کی پنوں کو چھوتا ہے، فیوز اڑ جاتا ہے۔"

"جی ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں، اس طرح فیوز اڑانا آسان کام ہے، لیکن اس طرح سب کے سب فیوز نہیں اڑ سکتے۔ صرف وہ فیوز اڑے گا جس کا تعلق اس لائن سے ہوگا... جب کہ یہاں سب کے سب فیوز اڑے ہوئے ہیں۔"

"اوہ اچھا! اب ہم آپ کی بات سمجھے... خیر ہم معلوم کر لیں گے کہ فیوز کس طرح اڑائے گئے ہیں... ویسے اس بات سے ایک بات ثابت ہو گئی۔"

"اور وہ کیا!" وہ بولے۔

"یہ کہ اس گھر میں کچھ نہ کچھ ہوا ضرور ہے... اور ہمارے مہربان توفیق پا... شاشا کی بات بالکل درست ہے۔"

"کیا نام لیا آپ نے توفیق پاشاشا۔" مکینک نے حیران ہو کر کہا۔

"جی نہیں... توفیق شاشا... دراصل میرے منہ سے پاشا نکلنے لگا تھا۔"

"کیا اب ہم جا سکتے ہیں۔"

"ہاں ضرور! آپ کا کام ختم ہے۔"

وہ چلے گئے۔ اب انہوں نے سکون سے گھر کی تلاشی شروع کی۔ ایک الماری سے انہیں اس قسم کے کاغذات مل گئے جس میں گھر کے لوگوں کے بارے میں معلومات تھیں۔ ان کاغذات کے مطابق یہ گھرانا سات سال تک کینیڈا میں رہ کر آیا تھا، دونوں بھائی اور ان کی بیویاں وہاں کی شہریت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اس وقت ان کے بچے بالکل چھوٹے چھوٹے تھے۔ اب سات سال تک وہاں ملازمت کرنے کے بعد یہ اپنے ملک واپس آئے تھے اور انہوں نے یہ گھر خریدا تھا، شہر میں انہوں نے شیشے کی مصنوعات بنانے کا ایک کارخانہ لگایا تھا... اچھا بھلا کھاتا پیتا گھرانہ تھا۔

بس ان کاغذات کے ذریعے انہیں یہی کچھ معلوم ہو سکا۔

"میرے خیال میں آس پاس کے پڑوسی بھی ان کے بارے میں اتنا کچھ ہی بتا سکیں گے اور توفیق شاشا تو ہیں ہی نئے پڑوسی۔"

"جی ہاں! مجھے معلوم نہیں، یہ شیشے کے کارخانے والی بات بھی مجھے ابھی معلوم ہوئی ہے۔" اس نے کہا۔

"خیر! اب ہم چلتے ہیں، یہاں ہمارے لیے کوئی کام نہیں ہے... ہم جو کر سکتے تھے، کر چکے۔ اب تو وہ لوگ ہوش میں آ کر کچھ بتائیں گے تو آپ سے ملنے میں...

کیا جا سکے گا... آپ کا شکریہ... آپ نے ایک ذمے دار پڑوسی ہونے کا حق ادا کیا۔"

"کوئی بات نہیں... میں ان لوگوں کے لیے پریشان ہوں۔"

"جونہی ہمیں ان کی طرف سے اطلاع ملی، ہم ان سے ملاقات کریں گے اور آپ کو بھی فون پر بتا دیں گے... آپ اپنا فون نمبر بتا دیں..."

"بہت بہت شکریہ! نمبر لکھ لیں..."

اور پھر وہ لوگ وہاں سے گھر کی طرف روانہ ہوئے، ابھی راستے میں تھے کہ اکرام کا فون وصول ہوا، وہ کہہ رہا تھا:

"سر! انہیں اب تک ہوش نہیں آیا۔"

"اوہ اچھا! ہم آ رہے ہیں.."

پھر جونہی وہ ہسپتال پہنچ کر ان کے کمرے میں داخل ہوئے، انہیں حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا۔

☆☆☆☆

کارم کار

کمرے کے اندر پروفیسر داؤد موجود تھے، ادھر پروفیسر داؤد انہیں دیکھ کر اچھلے۔

"آپ... اور یہاں۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"تم ... اور یہاں۔" پروفیسر داؤد نے بالکل انہی کے انداز میں کہا۔

انہیں ہنسی آ گئی۔ پھر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"جلدی بتائیں، آپ یہاں کیسے نظر آ رہے ہیں۔"

"یہی تو میں جاننا چاہتا ہوں، تم لوگ یہاں کیسے نظر آ رہے ہو۔"

"خیر ... پہلے ہم بتا دیتے ہیں۔" انہوں نے کہا اور تفصیل سنا دی۔

تفصیل سننے کے بعد پروفیسر داؤد کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔ پھر وہ بولے۔

"مجھے ہسپتال والوں نے فون کیا تھا۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"فون پر بتایا گیا تھا کہ آپ کے کچھ عزیز ہسپتال میں لائے گئے ہیں، وہ بے ہوش ہیں، لہٰذا آپ فوراً یہاں پہنچ جائیں، یہ فون سن کر جمشید میرا ذہن فوراً تم

لوگوں اور خان رحمان کی طرف گیا، کیونکہ میرے تو اس شہر میں اور کوئی عزیز نہیں
ہیں، لہٰذا میں بھاگم بھاگ یہاں پہنچا۔"

"لیکن انکل بھاگم بھاگ کیوں، آپ کو پیدل آنے کی کیا ضرورت
تھی۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"یار میں اپنی کار میں بھاگم بھاگ پہنچا تھا۔" انہوں نے برا سامنہ بنایا۔

"تو کارم کار کہیں نا۔"

"یہ... یہ کارم کار کیا ہوتا ہے جمشید۔"

"مار کھاؤ گے۔" انسپکٹر جمشید نے فاروق کو گھورا۔

"کیا کہا، کارم کار کا مطلب مار کھاؤ گے ہوتا ہے۔" پروفیسر داؤد اور زیادہ
حیران ہو کر بولے۔

"دھت تیرے کی... آپ یہ بتا رہے تھے کہ بھاگم بھاگ ہسپتال پہنچے،
پھر کیا ہوا۔" محمود نے برا سامنہ بنایا۔

"پھر کیا ہوتا، ہسپتال کا ایک ملازم مجھے یہاں چھوڑ کر چلا گیا... میں نے
ان لوگوں کو دیکھا، مجھے بالکل جانے پہچانے نظر نہ آئے، اب تو میں بہت حیران ہوا،
فوراً ہسپتال کے ایم ایس سے ملا۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں، مجھے دیکھ کر حیران
ہوئے اور بولے، خیر تو ہے پروفیسر صاحب... آپ ہسپتال کیسے، میں نے انہیں بتایا
کہ مجھے فون کر کے بلایا گیا ہے، انہوں نے متعلقہ آدمی کو بلا لیا، اس نے فوراً کہا کہ
اس نے مجھے فون کر کے نہیں بلایا۔ پھر کئی اور ملازمین سے پوچھا گیا، لیکن یہ معلوم نہ ہو
سکا کہ مجھے کس نے فون کیا تھا... اب میں اس انتظار میں بیٹھا تھا کہ ان کے ہوش
میں آنے پر ان سے پوچھ سکوں کہ ان کا مجھ سے کوئی تعلق ہے یا نہیں، اگر تعلق ہے تو
کیسے... اتنے میں تم آ گئے۔"

"اوہ... اوہ... یہ تو معاملہ الجھ گیا... بالکل ہر لمحے الجھتا ہی چلا جا رہا
ہے۔" انسپکٹر جمشید پریشان ہو گئے۔ پھر وہ ایم ایس کی طرف مڑے۔

"سب سے پہلے تو ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے... یہ لوگ کب تک ہوش
میں آ جائیں گے..."

"میں معلوم کرتا ہوں۔"

ایم ایس نے اس ڈاکٹر سے رابطہ کیا، جو ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا
... اس نے بتایا کہ بے ہوشی عجیب و غریب ہے، ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی، لہٰذا کچھ
نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کب ہوش میں آئیں گے۔

انسپکٹر جمشید یہ سن کر اور زیادہ فکر مند ہو گئے۔ پھر انہوں نے گھر
فون کیا، وہاں ہر طرح خیریت تھی، پروفیسر صاحب کی تجربہ گاہ فون کیا، وہاں بھی
ہر طرح خیریت تھی۔ تیسرے نمبر پر توفیق شاشا کو فون کیا، اس نے بھی ہر طرح خیریت
بتائی، آخر انہوں نے کہا۔

"تب پھر ہم گھر چلتے ہیں... یہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں... پروفیسر
صاحب آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں، ان لوگوں سے آپ کا کوئی تعلق نہیں، جس شخص
نے آپ کو فون کیا، اس کا مقصد کیا تھا، یہ معلوم کرنا بہت ضروری ہے... معاملہ
پراسرار تر ہوتا جا رہا ہے... اور میں خوف محسوس کر رہا ہوں۔" یہاں تک کہ کر وہ
خاموش ہو گئے۔

"کیا کہا جمشید! تم خوف محسوس کر رہے ہو، پھر تو ہمیں بھی خوف محسوس کرنا
چاہیے..." وہ ڈرے ڈرے انداز میں بولے۔

"آؤ بھئی... خوف محسوس کریں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

پھر وہ وہاں سے نکل آئے... اس وقت انسپکٹر جمشید بولے۔

”فرزانہ میں الجھن محسوس کر رہا ہوں ... غور کرو ... کیوں محسوس کر رہا ہوں۔“

”الجھن آپ محسوس کر رہے ہیں اور غور میں کروں۔“ اس نے بوکھلا کر کہا۔

”ہاں بالکل اغور تم کرو۔“ انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

”کک ... کیا آپ سنجیدہ ہیں۔“ فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

”موت کی حد تک سنجیدہ۔“ وہ بولے۔

”خیر جمشید ... تمہیں موت کی حد تک تو سنجیدہ نہیں ہونا چاہیے، یار تم کسی اور چیز کی حد تک نہیں ہو سکتے۔“ پروفیسر داؤد بھی گھبرا کر بولے۔

”اب آپ بھی ان کے انداز میں باتیں کرنے لگے۔“

”ابھی کیا ہے ابا جان آگے آگے دیکھیے ... ابھی تو آپ بھی ہمارے انداز میں باتیں کرتے نظر آئیں گے۔“ فاروق نے شوخ انداز میں کہا۔

”منہ دھو رکھو، ایسا وقت نہیں آئے گا۔“ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

”اتنی سردی میں منہ تو نہیں دھو سکتا ... وہ بھی رکھنے کے لیے۔“

”کیا رکھنے کے لیے۔“ پروفیسر داؤد بے خیالی کے انداز میں بولے۔

”جی منہ دھو رکھنے کی بات کر رہا ہوں۔“

”اچھا بھائی، تمہاری تم ہی جانو، جہاں جو چیز رکھنا ہے، رکھ لو۔“ انہوں نے جل کر کہا۔

”فرزانہ میں نے کیا کہا تھا۔“

”یہ کہ آپ الجھن محسوس کر رہے ہیں اور میں غور کروں کہ آپ کیوں الجھن محسوس کر رہے ہیں۔“

”تب پھر ... تم نے اب تک غور کیوں شروع نہیں کیا۔“

”اس کے بجائے محمود غور شروع کر چکا ہے۔“ فاروق مسکرا دیا۔

”یہ ... یہ بات تم نے کیسے کہہ دی؟“

”ایسے کہ اتنی دیر سے تمہاری آواز سنائی نہیں دی ...“

”درست کہا، میں واقعی سوچ کے سمندر میں اترا ہوا ہوں۔“

”ارے باپ رے ... پھر تم بول کیسے رہے ہو ... کیا سوچ کا پانی تمہارے منہ میں نہیں آئے گا اس طرح۔“

”حد ہو گئی ... توبہ ہے تم سے ... بات کہاں کی کہاں لے جاتے ہو، اب جب تک فرزانہ کچھ سوچ نہ لے، کوئی کچھ نہ بولے۔“ انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

”مم ... مارے گئے پھر تو۔“ محمود نے بوکھلا کر کہا۔

”مارے جائیں ہمارے دشمن ... ویسے تم لگے ہاتھوں یہ بتا دو ... ہم کیسے مارے گئے۔“

”اب نہ فرزانہ یہ بات سوچ سکے گی، نہ ہم بول سکیں گے۔“

”ارے باپ رے ... جمشید ... کک ... کیا میں بھی۔“ پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔

”کیا میں بھی ... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟“ انسپکٹر جمشید نے پوچھا:

”کیا میں بھی ان کے ساتھ نہیں بول سکتا۔“

”توبہ توبہ! بھلا میں آپ سے کہہ سکتا ہوں۔“

”جی ہاں! یہ تو بس ہم ہی سے کہہ سکتے ہیں۔“ فاروق نے مسمی صورت بنائی۔

اور انہیں ہنسی آ گئی، لیکن اس ہنسی میں فرزانہ کی آواز شامل نہیں

تھی، انہوں نے چونک کر فرزانہ کی طرف دیکھا، وہ سوچ میں ڈوبی نظر آئی۔

''ارے! یہ تو سچ مچ سوچ کے سمندر میں اتر گئی۔'' محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اور تم کیا سمجھے تھے، ابا جان اس سے جھوٹ موٹ سوچنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔'' فاروق اس پر الٹ پڑا۔

''وہ مارا... میں سمجھ گئی۔'' فرزانہ اچھلی۔

''اللہ کا شکر ہے، تم کچھ سمجھیں تو۔'' محمود خوش ہو گیا۔

''اوہو بھائی! پہلے پوچھ تو لو... یہ کیا سمجھ گئی ہے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''ہاں فرزانہ بتاؤ۔'' انسپکٹر جمشید بے چینی کے عالم میں بولے۔

''میں یہ سمجھ گئی ہوں کہ آپ الجھن کیوں محسوس کر رہے ہیں۔''

''اوہو تو بتاؤ... انتظار کیوں کرا رہی ہو۔'' محمود بولا۔

''نہیں تو... میں نے تو نہیں کہا انتظار کرنے کے لیے۔'' فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اف مالک...'' انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

''کیا ہوا ابا جان... خیر تو ہے۔'' تینوں گھبرا گئے۔

''ہونا کیا... تم لوگ خاموش رہ ہی نہیں سکتے۔''

''جی اچھا... اب نہیں بولیں گے۔'' تینوں نے کہا۔

''چلو فرزانہ بتاؤ۔''

''اب ہم کیسے بولیں... آپ نے منع جو کر دیا ہے۔''

''دھت تیرے کی...'' انسپکٹر جمشید نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

''وہ مارا... میری بات پوری ہو گئی۔'' فاروق مارے خوشی کے اچھل پڑا۔

''کون سی بات؟''

''یہ کہ آپ بھی بہت جلد ہمارے انداز میں باتیں کرتے نظر آئیں گے، دیکھ لیجیے... آپ نے دھت تیرے کی بالکل محمود کے انداز میں کہا ہے، یہاں تک کہ کر ران پر ہاتھ بھی مارا ہے۔''

''اوہ ہاں! واقعی! یہ بات تو ہے...'' انسپکٹر جمشید کھسیانے ہو گئے اور ان کے چہروں پر مسکراہٹیں تیر گئیں، پھر انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

''فرزانہ جلدی بتاؤ... کہیں ہنسی کے چکر میں تم یہ نہ بھول جاؤ... میں الجھن کیوں محسوس کر رہا ہوں۔''

''جی... کیا فرمایا... ہنسی کا چکر... یہ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔''

''حد ہو گئی یعنی کہ...'' انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

''دیکھا آپ نے... ایک بار پھر آپ ہمارے انداز میں جملہ کہہ گئے۔''

''اچھا بابا... معاف کر دو...'' وہ جھلا اٹھے۔

''یہ انداز بھی ہمارا ہے۔'' فاروق بھلا کہاں چوکنے والا تھا۔

''اب تم مار کھاؤ گے۔'' وہ غرائے۔

''البتہ یہ انداز آپ کا ہے۔'' فاروق نے سہم کر کہا۔

اور انہیں ہنسی آ گئی... پروفیسر داؤد بھی ہنسنے لگے... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''پروفیسر صاحب... کچھ آپ ہی انہیں سمجھائیں۔''

''اچھی بات ہے... بتاؤ کیا سمجھانا ہے۔'' وہ فوراً بولے۔

اب ہنسنے کی باری ان تینوں کی تھی۔

''مان گیا بھئی میں تمہیں... اچھا اب میں نہیں پوچھوں گا۔''

''ولل... لیکن ابا جان! مجھے تو بتانا ہوگا... آپ دراصل الجھن یہ محسوس کر رہے ہیں کہ...

عین اس لمحے فرزانہ کی زبان رک گئی۔ اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا، پھر وہ چلا اٹھی۔

''جلدی چلیے... پوری رفتار سے۔''

☆☆☆☆

یہ کیا

''اوہو کیا ہو گیا فرزانہ۔'' محمود اسے بے تحاشہ بھاگتے دیکھ کر گھبرا گیا۔

فرزانہ نے اسے مڑ کر بھی نہ دیکھا، وہ اس وقت تک کار میں بیٹھ چکی تھی اور مزے کی بات یہ کہ بیٹھی بھی تھی ڈرائیونگ سیٹ پر۔ اسی وقت باقی لوگ دوڑتے ہوئے کار تک پہنچ گئے۔ فرزانہ کار اسٹارٹ کر چکی تھی۔

''کیا تم کار چلا لو گی۔'' انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

جی ہاں! بس بیٹھ جائیے... ہم سے بڑی غلطی ہو چکی ہے۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے۔'' ان سب نے ایک ساتھ کہا۔

ان کے بیٹھتے ہی فرزانہ نے کار پوری رفتار پر چھوڑ دی۔

''فرزانہ ذرا سنبھل کر... آخر اتنی بھی کیا جلدی ہے۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''جلدی ہے۔'' اس نے کہا۔

''جانا کہاں ہے۔''

''بس آپ دیکھ ہی لیں گے۔''

''خیر تو ہے، بہت پراسرار بن رہی ہو۔'' محمود نے منہ بنایا۔

”جب تمہاری باری آئے تو تم بھی بن جانا۔“ وہ بولی۔

”کیا بن جانا۔“ پروفیسر داؤد بولے۔

”جی پراسرار۔“

”حد ہوگئی... توبہ ہے تم سے۔“ محمود نے جل بھن کر کہا۔

فرزانہ نے جیسے سنا ہی نہیں... بس کار چلاتی رہی، نظریں سامنے جمی تھیں...

”آخر کیا بات ذہن میں آئی ہے۔“ محمود بولا۔

”حیرت ہے، ابا جان نہیں پوچھ رہے یہ بات۔“

”میں کیا کروں گا پوچھ کر، سمجھ چکا ہوں۔“

”تب پھر آپ ہی بتا دیں انہیں۔“

”یہ فیاض گرمانی کے گھر جا رہی ہے، کیوں فرزانہ! یہی بات ہے نا۔“

”جی ہاں! آپ نے بالکل درست فرمایا۔“

”لیکن وہاں کیا ہے۔“

”ان لوگوں کی اس پراسرار بے ہوشی کا مطلب ہے... کچھ لوگ اس کے گھر میں کوئی کاروائی کرنا چاہتے ہیں یا وہاں سے کوئی چیز تلاش کرنا چاہتے ہیں اور اس کام میں زیادہ وقت لگنے کا امکان تھا، لہٰذا انہوں نے پروگرام بنایا کہ انہیں بے ہوش کر دیا جائے... اب رہا یہ سوال کہ کسی کو کیسے پتا چلے گا کہ اس گھر کے لوگوں کو بے ہوش کر دیا گیا ہے، اس غرض کے لیے انہوں نے وہاں چیخم دھاڑ مچائی تا کہ کوئی پڑوسی متوجہ ہو جائے، ان کے لیے یہ کام توفیق شاشانے کیا، خود انہوں نے دیکھ بھی لیا ہوگا کہ وہ جاگ گیا ہے اور کاروائی کرنے پر اتر آیا ہے، سو وہ ایک طرف ہو گئے، جب ان لوگوں کو ہسپتال منتقل کر دیا گیا اور ہم بھی وہاں سے چلے آئے، تب ان کے لیے

میدان صاف تھا اور اس وقت تک انہیں کافی وقت مل چکا ہے... اسی لیے میں نے کہا تھا، ہم سے بڑی غلطی ہوئی ہے...“

”فرزانہ کا خیال بالکل درست ہے، چیخ و پکار کی آوازیں اسی طرف اشارہ کر رہی ہیں، ورنہ مجرموں کا پروگرام صرف بے ہوش کرنا تھا تو یہ کام تو بغیر آواز نکالے ہو جاتا۔“

”لیکن... بات اگر یہی ہے تو صرف بے ہوش کر کے بھی ان کے پاس صبح تک کا وقت بچتا تھا... اور یہ وقت اتنا کم تو نہیں۔“ محمود نے اعتراض کیا۔

”اعتراض وزنی ہے... اس بات کا جواب فاروق دے گا۔“

”جج... جی... کیا فرمایا آپ نے... میں جواب دوں گا، لیکن کس بات کا۔“ فاروق گھبرا گیا۔

”اس بات کا کہ صرف بے ہوش کر کے بھی تو وہ اپنا کام نکال سکتے تھے، پھر انہوں نے چیخ و پکار کیوں مچائی۔“

”آپ کا مطلب ہے... مم... میں جواب دوں اس بات کا۔“ فاروق بری طرح ہکلانے لگا۔

”ہاں! بالکل... تم ہی جواب دو گے۔“

”اچھا تو پھر مجھے سوچنے کی اجازت دیں۔“

”چلو دی اجازت۔“

”تب پھر ابا جان! یہ اجازت ہمیں بھی ہونی چاہیے۔“

”کوئی حرج نہیں، تم بھی لے لو، بلکہ میں بھی لے لیتا ہوں۔“

”جی... کیا کہا آپ نے... آپ بھی اجازت لے لیتے ہیں... لیکن کس سے۔“

"بھئی اپنے آپ سے اور کس سے... کیونکہ اس پہلو پر تو خود مجھے بھی سوچنا ہوگا..."

"ارے باپ رے... یار جمشید اجب تمہیں بھی اس سوال کا جواب سوچنا ہے تو پھر ہم بھلا کیسے سوچ سکیں گے۔"

"خیر... ایسی بھی کوئی بات نہیں، بات تو کسی کے بھی ذہن میں آسکتی ہے۔"

"ہوں... اچھی بات ہے... میں بھی شروع کرتا ہوں سوچنا۔"

پھر وہ سب سوچ میں ڈوب گئے، یہاں تک کہ فرزانہ کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔

"ہم فیاض گیلانی کے گھر کے سامنے پہنچ گئے ہیں، لیکن سوال کا جواب شاید ابھی تک کسی کو نہیں سوجھ سکا۔"

"یہی بات لگتی ہے... کیوں بھئی... کوئی جواب دے گا اس سوال کا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

سب نے نفی میں سر ہلا دیے...

"خیر... پہلے اس گھر کی تو خبر لے لیں۔"

یہاں سے جاتے وقت وہ تالا لگا گئے تھے اور یہ تالا انہوں نے توفیق شاشا سے لیا تھا۔ ایک نظر انہوں نے اس گھر کی طرف بھی ڈالی، وہاں تاریکی نظر آئی... گو وہ سوچ چکے تھے، انہوں نے تالا کھولا اور اندر داخل ہو گئے... مین سوئچ آن کیا تو پورا گھر روشن ہو گیا۔ صحن سے گزر کر وہ برآمدے میں آئے۔ برآمدے کے دائیں اور بائیں کمرے تھے، دو کمرے سامنے کی طرف تھے، لیکن ان کے قدم برآمدے میں ہی رک گئے... وہاں تازہ خون کے چند قطرے موجود تھے۔

مارے حیرت کے ان کا برا حال ہو گیا۔

"تت... تو میرا خیال درست تھا۔" فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"ہاں بالکل درست تھا، لیکن آیا دیر سے... میرا خیال ہے، وہ اپنا کام کر کے جا چکے ہیں۔"

"افسوس!" ان کے منہ سے نکلا۔

پھر انہوں نے چاروں کمرے دیکھ ڈالے... پورے گھر کی بری طرح تلاشی لی گئی تھی... تکیوں کے غلاف تک ادھیڑ ڈالے گئے تھے۔

"تکیوں کے غلافوں کو ادھیڑنے کا ایک ہی مطلب ہے... شاید وہ کچھ کاغذات ہیں جن کی انہیں تلاش تھی... کیونکہ کوئی بڑی چیز تو تکیوں کے غلافوں میں چھپائی نہیں جا سکتی۔"

"جی ہاں! بالکل یہی بات ہے۔"

"تت تو کیا... جس چیز کی انہیں تلاش تھی... وہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔"

"اس بارے میں ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔"

"ایک منٹ۔" فرزانہ نے سرگوشی کی۔

وہ کچھ سننے کی کوشش کر رہی تھی۔ پھر اس نے دبی آواز میں کہا۔

"لگتا ہے، یہاں کوئی چھپا ہوا ہے... میں نے کسی کے بہت آہستہ آواز میں سانس لینے کی آواز سنی ہے۔"

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے۔

پھر انسپکٹر جمشید کا ہاتھ جیب میں رینگ گیا، ہاتھ باہر نکلا تو اس

میں پستول تھا۔

''تمہارے خیال میں وہ کس طرف ہے۔''

''پائیں باغ میں۔''

''اچھی بات ہے تم لوگ یہیں ٹھہرو... صرف میں پائیں باغ میں جاؤں گا۔''

''لیکن صرف آپ کیوں۔''

''خطرہ ہے... وہ اکیلا ہے اور ہماری وجہ سے باغ میں گھر گیا ہے ظاہر ہے وہ خطرے سے کھیلنے پر تیار ہوگا... ہو سکتا ہے، فائرنگ شروع کر دے..''

''لیکن ہمارے لیے یہ کون سی نئی بات ہوگی۔'' محمود نے حیران ہو کر کہا۔

''وقت رات کا ہے... جب ہم باغ میں داخل ہوں گے تو وہ ہم سب کو دیکھ رہا ہوگا، ہمیں وہ نظر نہیں آئے گا... پائیں باغ ہمارا دیکھا ہوا بھی نہیں ہے۔''

''ہوں خیر... آپ ہی چلے جائیں... دوسرے یہ کہ ہم انکل خان رحمان کو کیوں نہ بلا لیں... کہیں وہ بوریت نہ محسوس کر رہے ہوں۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

''دویا تم۔''

''چلیے یونہی سہی... کہیں ہم بوریت نہ محسوس کر رہے ہوں۔''

''حد ہوگئی... لیکن یہ بھی تو سوچو... وہ سو رہے ہوں گے۔''

''اوہ ہاں! خیر صبح سہی۔'' فرزانہ نے سر ہلایا۔

اور پھر انسپکٹر جمشید محتاط انداز میں پائیں باغ کی طرف چلے گئے۔ وہ وہیں کھڑے رہ گئے۔

''اس بات کا بھی تو امکان ہے فرزانہ... کہ تمہیں وہم ہوا ہو۔'' محمود نے ان کے جانے کے بعد خیال ظاہر کیا۔

''ہاں! ہو سکتا ہے... لیکن شک کو تو دور کرنا ہوگا... آخر ہم یہاں آئے کس لیے ہیں... یہ معلوم کرنے کہ یہ کیا چکر ہے۔''

''چکر کافی گہرا لگتا ہے، اس بار۔'' محمود بول اٹھا۔

''ہاں! ایک کنویں جتنا گہرا تو ضرور ہوگا۔''

''بھئی ابھی کچھ نہیں کہ جا سکتا۔'' پروفیسر داؤد مسکرائے۔

''کیا نہیں کہ جا سکتا۔''

''یہ کہ چکر کس قدر گہرا ہے... ایک کنویں سے کم یا زیادہ گہرائی بھی ہو سکتی ہے۔'' انہوں نے شوخ آواز میں کہا۔

''لیجیے! اب آپ بھی ہمارے انداز میں باتیں کرنے لگے۔''

''تو کیا ہوا، تمہارے انداز میں باتیں کرنا منع تو نہیں ہے۔'' انہوں نے منہ بنایا۔

''سوال یہ ہے کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے کیوں کھڑے رہیں۔'' محمود کا انداز اکتایا ہوا سا تھا۔

''نہیں تو... ہم میں سے تو کوئی بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں کھڑا ہوا۔'' فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہم ابا جان کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔''

''اور انتظار کرنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے... لہٰذا کیوں نہ ہم اس وقت سے فائدہ اٹھائیں... گھر کی ایک بار اور تلاشی لیں... ہو سکتا ہے کوئی کام کی چیز نظروں میں آنے سے پہلے رہ گئی ہو اور اب آ جائے۔''

''ٹھیک رہے گا۔'' فرزانہ نے اس کی تائید کی۔

اور پھر وہ نئے سرے سے گھر کی تلاشی لینے لگے... ایک ایک

کر کے سب کمرے انہوں نے دیکھ ڈالے... آخری کمرے کی آخری الماری کھولے فرزانہ اس کا جائزہ لے رہی تھی کہ اس کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

''ارے! یہ..... یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔''

☆☆☆☆

خالی الماری

محمود فاروق اور پروفیسر داؤد فوراً الماری کے نزدیک پہنچ گئے، ساتھ ہی فاروق بول اٹھا۔

''اللہ کا شکر ہے، تم کچھ دیکھنے کے قابل تو ہوئیں۔''

فرزانہ اسے گھور کر رہ گئی... ادھر الماری میں انہیں کچھ بھی نظر نہ آیا۔

''یہ کیا فرزانہ! تم نے ہم سے مذاق کیا ہے، خیر کوئی بات نہیں، ہم بھی تمہیں آڑے ہاتھوں لیں گے اور تمہاری وہ درگت بنائیں گے کہ آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔'' محمود نے جل بھن کر کہا۔

''واقعی فرزانہ... مذاق اڑانے کا یہ طریقہ کوئی مزے دار طریقہ نہیں ہے، تمہیں چاہیے تھا... ذرا سلیقے سے مذاق اڑاتیں۔'' پروفیسر داؤد نے سر ہلایا۔

''کیا کہہ رہے ہیں پروفیسر انکل! آپ اسے مذاق اڑانے کی دعوت دے رہے ہیں۔'' محمود بولا۔

''دعوت بھی دی تو کس چیز کی۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''اپنی بھانت بھانت کر بولیاں بولے جا رہے ہو اور میری بات سنی

نہیں۔'' فرزانہ جھلا اٹھی۔

''کیا تم نے اس جملے میں پروفیسر انکل کو بھی شامل کیا ہے۔''

''ارے نہیں... میری توبہ۔'' وہ گھبرا گئی۔

''کوئی بات نہیں فرزانہ! تم شوق سے مجھے اپنے اس جملے میں کیا، ہر جملے میں شامل کر سکتی ہو، میں بالکل برا نہیں مانوں گا۔''

''حد ہو گئی... حد ہو گئی۔'' محمود تلملا اٹھا۔

''پھر دوبار حد ہو گئی... آخر اس حد کو آج ہو کیا گیا ہے... کیوں حد پار کیے جا رہی ہے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''میرا خیال ہے، ہمارے پاس نہ تو کرنے کے لیے کوئی کام ہے اور نہ کہنے کے لیے کچھ... اسی لیے فرزانہ نے بھی بلاوجہ مذاق کر ڈالا۔'' پروفیسر بولے۔

''جی نہیں انکل... آپ کا خیال درست نہیں۔''

''کیا مطلب؟'' وہ چونکے۔

''میں نے مذاق نہیں کیا... کم از کم میں آپ سے مذاق نہیں کر سکتی۔''

''اس کا مطلب ہے... تم انکل خان رحمان سے مذاق کر سکتی ہو؟''

''نہیں... ان سے بھی نہیں... اپنے سے بڑوں سے مذاق کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا۔''

''بڑا تو پھر تم سے میں بھی ہوں۔'' محمود بولا۔

''ہم آپس میں بھائی بہن ہیں... اور عمروں میں اتنا فرق نہیں، لہٰذا مذاق کیا جا سکتا ہے۔''

''اچھا خیر... یہ بتاؤ تمہیں اس خالی الماری میں نظر کیا آیا ہے، جب کہ ہمیں کچھ بھی نظر نہیں آ رہا۔'' پروفیسر داؤد نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

''ابھی تک ہمیں اس گھر کی کوئی الماری بھی خالی نہیں ملی... صرف یہ الماری خالی نظر آئی ہے... اس کا مطلب ہے، گھر کی تلاشی لینے والوں کو جس چیز کی ضرورت تھی... وہ اسی الماری میں تھی اور وہ اس چیز کو لے گئے ہیں۔''

''اوہ! اوہ۔'' ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

''اور پہلے خالی الماری کو دیکھ کر ہم نے اس طرف توجہ نہیں دی تھی۔''

''لیکن بہرحال... اس بات کا بھی امکان ہے کہ یہ الماری ہو ہی خالی۔''

''جی نہیں... میں سو فیصد یقین سے کہہ سکتی ہوں... اس الماری میں کچھ نہ کچھ تھا...''

''آخر تم یہ بات یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو... جب کہ ہم بے یقین سے بھی نہیں کہہ سکتے۔'' فاروق نے ناخوشگوار لہجہ اختیار کیا۔

''ہے کوئی تک اس بات کی۔'' محمود تلملا اٹھا۔

''نظر تو نہیں آئی۔'' فرزانہ بولی۔

''کک... کیا نظر نہیں آئی۔'' پروفیسر داؤد گھبرا کر بولے۔

''جی... تک کی کوئی بات۔''

''توبہ ہے تم تینوں سے، اس سے تو بہتر تھا... میں جمشید کے ساتھ چلا جاتا... بات کو آگے ہی نہیں بڑھنے دیتے۔''

''تو پھر انکل الماری میں گرد کی تہ کو دیکھیے... یہ تمام جگہ نہیں ہے... مثلاً یہاں کچھ کاغذات رکھے تھے... کچھ فائلیں رکھی تھیں... اتنی جگہ میں گرد نہیں ہے، اس جگہ کو اردگرد گرد کے نشانات صاف دیکھے جا سکتے ہیں۔''

''اوہ... واقعی فرزانہ... تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو...'' محمود نے پرجوش انداز میں کہا۔

"اوہ... اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی اور یہ گھنٹی اس گھر میں رکھے ہوئے فون کی بجی تھی۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... پھر محمود نے ریسیور اٹھالیا۔

"السلام علیکم۔" وہ بولا۔

"وعلیکم السلام آپ کون ہیں... جو ہمارے گھر سے بول رہے ہیں۔"

"کیا مطلب... کیا آپ فیاض گرمانی صاحب بات کر رہے ہیں۔"

"ہاں! یہ میں ہوں۔"

"مطلب یہ کہ آپ ہوش میں آگئے۔"

"ہاں! اللہ کا شکر ہے... لیکن آپ کون ہیں۔"

"ہم... آپ کے کیس پر کام کر رہے ہیں، ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔"

"اوہ اچھا... لیکن مجھے تو بتایا گیا ہے، میرے کیس پر انسپکٹر جمشید کام کر رہے ہیں۔"

"میں انہی کا بیٹا محمود بات کر رہا ہوں۔"

"اوہ! اب تو ٹھیک ہے... کیا ہمارے گھر میں ہر طرح خیریت ہے، یہاں کسی گڑبڑ کے آثار تو نظر نہیں آرہے۔"

"تلاشی تو لی گئی ہے۔"

"نن نہیں۔" فیاض گرمانی چلا اٹھا۔

"کیا ہوا۔"

"آپ لوگ وہیں ٹھہریں... ہم آرہے ہیں۔"

"جی نہیں! یہ ابھی نہیں آسکتے... انہیں معلوم نہیں ان کی بے ہوشی کس قدر

خطرناک تھی... ہم لوگ ناکام ہو سکتے تھے اور اس صورت میں ان کی موت یقینی تھی۔" ریسیور میں شاید ڈاکٹر نے کہا۔

"اچھی بات ہے، ہم آجاتے ہیں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

"شکریہ۔" وہ بولا اور پھر وہ جلدی سے کمرے سے نکل کر پائیں باغ میں آئے۔ محمود نے ہانک لگائی۔

"ابا جان! وہ لوگ ہوش میں آگئے ہیں، اس گھر سے کچھ چیزیں اڑائی گئی ہیں، آیئے ہم ہسپتال چلیں۔"

"یہ... یہ کیا... ابا جان... آپ کی طرف سے جواب نہیں ملا۔" محمود ہکلایا۔

اب بھی ان کی طرف سے جواب نہ ملا۔ اب تو وہ چاروں پکار اٹھے۔

"ابا جان... ! جمشید! ۔"

اس بار بھی ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا، اب تو وہ بے تحاشہ پائیں باغ کی طرف دوڑ پڑے، جیبوں سے ٹارچیں نکل آئیں... انہوں نے ٹارچوں کی مدد سے پائیں باغ کو دیکھ ڈالا، انسپکٹر جمشید وہاں نظر نہ آئے۔ مارے حیرت کے ان کا برا حال ہو گیا۔

"اب کیا کریں۔" محمود پریشانی کے عالم میں بولا۔

"صبر۔" فاروق نے کہا۔

"تمہیں ایسے میں بھی مذاق کی سوجھ رہی ہے۔" محمود نے اسے گھورا۔

"نہیں تو! میں نے تو صرف یہ کہا ہے کہ صبر کرتے ہیں، ظاہر ہے، ابا جان

کو تلاش کرنا ہمارے بس کا روگ نہیں، تو کیوں نہ ہم ہسپتال پہنچ جائیں، ان لوگوں سے بات چیت کر کے ہی اس کیس کا سر پیر نظر آئے گا۔"

"فاروق کا خیال درست ہے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"تب پھر چلیے ہسپتال۔"

وہ ہسپتال پہنچے۔ فیاض گرمانی اور دوسرے افراد نے پہلے تو انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا، پھر جب اپنے نام بتائے تو وہ بولے۔

"اوہ اچھا آئیے... انسپکٹر صاحب! آپ کے ساتھ کیوں نہیں ہیں۔"

"وہ آپ کے کیس پر دوسرے رخ سے کام کر رہے ہیں۔"

"اوہ اچھا... لیکن یہ چکر کیا ہے... ہم بے ہوش کیسے ہو گئے تھے؟"

"ہم ابھی تک یہ بات معلوم نہیں کر سکے۔"

"آپ کو پتا کیسے چلا؟"

"آپ کے پڑوسی توفیق شاشا نے فون کیا تھا، انہوں نے آپ کے گھر میں گڑبڑ محسوس کر لی تھی۔"

"اوہ اچھا... بات سمجھ میں آ گئی۔"

"آپ تلاشی کے نام پر گھبرا کیوں گئے تھے، کیا گھر میں کچھ بہت قیمتی چیزیں موجود تھیں۔"

"جی ہاں بالکل! سیف میں بہت نادر قسم کے زیورات، ہیرے جواہرات موجود ہیں، یہ سب ہم آسٹریلیا سے لائے تھے... ان کے علاوہ کچھ بہت ضروری کاغذات بھی تھے... اب ہمیں معلوم نہیں تلاشی لینے والے کیا کچھ لے گئے ہیں۔"

"یہ تو آپ کو گھر جانے پر ہی معلوم ہو سکے گا۔"

"اور گھر ہم صبح سے پہلے جا نہیں سکتے، ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ صبح تک ہسپتال

میں رہنا ضروری ہے۔"

"تب پھر مجبوری ہے..." محمود نے کندھے اچکائے۔

"آپ یہ بتائیں... آپ کو بے ہوش کرنے والا کون تھا..."

"بھلا ہم کیسے بتا سکتے ہیں... ہمیں اس سلسلے میں کچھ معلوم نہیں۔"

"آپ کی کسی سے دشمنی تو نہیں۔"

"بالکل نہیں۔"

"آپ سات سال تک کینیڈا میں رہ کر آئے ہیں، وہاں تو آپ کی کسی سے دشمنی نہیں ہو گئی تھی۔"

"نہیں... بالکل نہیں... لیکن۔" فیاض گرمانی کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا؟" فرزانہ بے چین ہو کر بولی۔

"ہمارے سامنے بھی ہمارے ملک کے کچھ لوگ وہاں رہتے تھے، ان کے ہاں ایک بار ایک واردات ہو گئی تھی، ڈاکے کی واردات، ان کے گھر کا ایک فرد اس واردات میں مارا گیا تھا اور نقدی اور زیورات اڑا لیے گئے تھے... زیورات میں کچھ ہیرے بھی تھے، اس سلسلے میں پولیس نے سب سے زیادہ شک ہم پر کیا تھا، لیکن اپنی سر توڑ کوشش کے باوجود وہ اس واردات سے ہمارا کوئی تعلق ثابت نہیں کر سکی تھی... اس لیے آخر کار انہوں نے ہمارا پیچھا چھوڑ دیا تھا۔ وہ گھرانہ پھر وہاں نہیں رہا تھا... اپنے ملک چلا آیا تھا، اس کے ایک سال بعد جب ہماری مدت پوری ہو گئی تو ہم یہاں آ گئے۔"

"کینیڈا جانے سے پہلے آپ کس شہر میں رہتے تھے۔"

"اسی شہر میں، لیکن ہم اپنا آبائی مکان بیچ کر گئے تھے... وہ یوں بھی پرانا ہو چکا تھا... ہم نے سوچا تھا، واپس آ کر نیا خرید لیں گے... سو ہم نے یہ مکان یہاں

آ کر خریدا ہے... دو ماہ تک ہم ہوٹل میں رہتے رہے۔"

"اس گھرانے کے لوگ اب کہاں رہتے ہیں۔"

"ہمیں نہیں معلوم۔" اس نے کہا۔

"آپ لوگوں کو اس گھرانے کے افراد یہاں نظر بھی نہیں آئے۔"

"جی نہیں..." اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"ان لوگوں کے نام کیا تھے..."

"گھر کے مالک کا نام صولت خان تھا... ان کی بیوی کا نام راشدہ صولت تھا، ان کے بھائی وجاہت خان تھے، وہ اس واردات میں مارے گئے تھے، دراصل وہ ڈاکوؤں سے الجھ پڑے تھے۔

"اور پولیس ڈاکوؤں کا سراغ نہیں لگائی پائی..."

"ہاں! یہی بات ہے... وہاں کی پولیس کو اسی بات پر تو حیرت تھی ... دراصل وہاں اس قدر جدید نظام ہے کہ پولیس چند گھنٹوں میں مجرم کو گرفتار کر لیتی ہے، لیکن اس واردات کے مجرموں کو وہ نہیں پکڑ سکی تھی... اس سلسلے میں انہوں نے ہمیں بار بار چیک کیا، لیکن ہمارا تو اس جرم سے کوئی تعلق تھا ہی نہیں، کوئی ثابت کیا کرتا ... اس طرح دونوں گھرانے وہاں سے اپنے ملک آ گئے... ہم نہیں جانتے، ہماری اس بے ہوشی میں کس کا ہاتھ ہے۔"

"لیکن ہم یہ بات یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ صولت مرزا کا ہی ہاتھ ہے، دراصل اس کا خیال ہے، واردات آپ لوگوں نے کی تھی... اور اسی لیے اس نے آپ لوگوں کو بے ہوش کر کے آپ کے گھر کی تلاشی لی ہے... تاکہ وہ زیورات اور ہیرے جواہرات کو تلاش کر سکے... لیکن غالباً اس کا مطلب ان ہیروں سے نہیں... اپنے بھائی کے قاتل سے ہے... وہ چاہتا ہے، اس کے بھائی کا قاتل کسی طرح پکڑا جائے

"

"لیکن ہمارا اس معاملے سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔"

"یہ بات تو آپ کہتے ہیں نا... ان کا خیال تو یہی ہے کہ مجرم آپ ہیں..."

"تب وہ یہ بات ثابت نہیں کر سکتا... ہمارے گھر سے اسے ہمارے زیورات ہی ملے ہوں گے... ان کے نہیں۔"

"آپ صبح گھر جا کر تمام چیزوں کو چیک کریں... بلکہ ہم ڈاکٹر صاحب سے اجازت لے لیتے ہیں... ابھی چل کر دیکھ لیں، کیونکہ معاملہ ہر لمحے سنگین ہوتا جا رہا ہے۔"

"اگر وہ اجازت دے دیتے ہیں تو ہمیں کیا اعتراض... ابھی چلے جاتے ہیں، بلکہ آپ بھی ساتھ چلیں۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔"

اور پھر وہ ہسپتال سے گھر پہنچے، انہوں نے سب سے پہلے سیف کا جائزہ لیا... سیف کو چابیوں کی مدد سے کھولا گیا اور یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سیف کی تلاشی بھی بہت بری طرح لی گئی تھی... تلاشی لینے کے بعد وہ سیف کو بند کر گئے تھے، اس لیے وہ اس خیال میں رہے کہ تلاشی لینے والے سیف کو نہیں کھول سکے... اب انہیں معلوم ہوا کہ وہ سیف کو کھولنے میں بھی کامیاب ہو گئے تھے۔ ادھر انہوں نے دیکھا، گھر کے افراد کا مارے حیرت کے برا حال تھا۔

"کیا بات ہے... خیر تو ہے۔"

"سیف کی تلاشی بے دردی سے ضرور لی گئی ہے، لیکن وہ سیف میں سے کچھ بھی نکال کر نہیں لے گئے... ہماری ہر چیز موجود ہے۔"

”اوہ... اوہ۔“

ان کے منہ سے نکلا۔

☆☆☆☆

کیا مطلب

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے۔ پھر محمود نے کہا۔

”کیس گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہا ہے، مجرم کو کسی خاص چیز کی تلاش تھی، اس نے نقدی اور زیورات کو ہاتھ تک نہیں لگایا، سوال یہ ہے کہ آخر اسے کس چیز کی تلاش تھی... وہ چیز اسے مل گئی یا نہیں... ارے ہاں... دوسرے کمرے کی ایک الماری تک چلیے ذرا...“ محمود چونک کر بولا۔

اب وہ انہیں اس الماری تک لائے۔ الماری کو دیکھ کر فیاض گرمانی اور اعجاز گرمانی حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

”حیرت ہے، کمال ہے، اس الماری میں تو عام سے کاغذات تھے اور ہمارے خیال میں وہ اس نامعلوم شخص کے کسی کام کے نہیں ہو سکتے، لیکن وہ تمام کاغذات سمیٹ لے گیا ہے...“

”اس سے ایک بات تو ثابت ہو ہی جاتی ہے، یہ کہ اسے کچھ خاص قسم کے کاغذات کی تلاش ہے، اس الماری کے تمام کاغذات وہ یہاں بیٹھ کر تو پڑھ نہیں سکتا تھا، لہٰذا اس نے سوچا، ابھی لے چلتے ہیں، اطمینان سے بیٹھ کر دیکھیں گے۔ اب اگر آپ چاہتے ہیں، آپ کا مجرم پکڑا جائے، تو آپ کو ہمیں تمام حالات اور واقعات

صاف صاف بتاتا ہوں گے... ویسے ہمارا خیال ہے، اس معاملے کا تعلق کینیڈا والی واردات سے ضرور ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ صولت خان ہی یہ سارا کام کر رہا ہے، اسے دراصل اس قاتل کی تلاش ہے جس نے اس کے بھائی کو قتل کیا ہے، کینیڈا کی پولیس اس کا سراغ نہیں لگا سکی، لیکن وہ اس معاملے میں جنون کی حد تک پہنچا ہوا ہے، اس گھر کی تلاشی جس انداز میں لی گئی ہے، اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے... ویسے جس جگہ آپ کینیڈا میں رہتے تھے، وہاں آس پاس ہمارے ملک کے کچھ اور گھرانے بھی آباد تھے۔"

"جی ہاں! ہمارے اور صولت خان کے علاوہ وہاں نذیر بیگ کا گھرانہ بھی رہتا تھا، ایک گھرانہ سردار خالد کا تھا اور بھی رہے ہوں گے، لیکن ہمارے نزدیک یا ایک دوسرے سے واقف یہی لوگ تھے۔" فیاض گرمانی نے کہا۔

"تب پھر اس کا مطلب ہے، ہمیں اپنی تفتیش کا دائرہ بڑا کرنا ہوگا۔" محمود نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کک... کیا کہا، تفتیش کا دائرہ؟" فاروق چونکا۔

"کیوں! تمہیں کیا ہوا؟" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"مم... میرا مطلب ہے، یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" فاروق نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تب پھر اس میں گھبرانے اور پریشان ہونے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔" پروفیسر داؤد حیران ہو کر بولے۔

"گھبرانا اور پریشان ہونا بعض اوقات بلا ضرورت بھی پڑ جاتا ہے انکل۔"

"اوہ! واقعی! یہ تو ہے۔" پروفیسر داؤد چونک کر بولے۔

"کیا یہ تو ہے، آپ بھی اس کی تائید کرنے لگے، حالانکہ اس نے اوٹ

پٹانگ بات کی ہے۔" فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

"مم، میرا خیال ہے... آپ موضوع سے ہٹ گئے ہیں۔" فیاض گرمانی نے گھبرا کر کہا۔

"اوہ ہاں! معاف کیجیے گا۔"

"مم... معاف کیا۔" فیاض گرمانی گڑبڑا سا گیا۔

"کیا آپ کو نذیر بیگ اور سردار خالد کے پتے معلوم ہیں۔"

"ہاں! کینیڈا سے رخصت کے وقت ہم نے ایک دوسرے کو اپنے یہاں کے پتے دیے تھے۔"

"غلط... بالکل غلط" فاروق بول اٹھا۔

"کیا مطلب... کیا غلط"

"یہ کہ آپ انہیں اپنے پتے کیسے دے سکتے تھے، آپ تو اپنا مکان فروخت کر کے گئے تھے، ہم نے تو خیر اپنے ایک رشتے دار کا پتا دیا تھا... باقی لوگ اپنے مکان فروخت کر کے نہیں گئے تھے۔"

"ہوں خیر... چلیے... آپ نذیر بیگ اور سردار خالد کے پتے اور فون نمبر لکھوا دیں۔"

اس نے پتے لکھوا دیے، فون نمبر بھی لکھوا دیے۔

"ایک بات اور... کیا آپ لوگوں کی طرح پولیس نے ان گھرانوں کو بھی پریشان کیا تھا۔"

"جی ہاں! بالکل۔ آس پاس جتنے غیر ملکی لوگ آباد تھے، پولیس نے ان سب سے خوب تفتیش کی تھی۔"

"اس واردات میں کینیڈا کے کسی شخص کا بھی تو ہاتھ ہو سکتا تھا، کیا پولیس

نے اس پہلو سے تفتیش نہیں کی تھی۔"

"جی نہیں... دراصل کمرہ واردات سے کچھ ایسی چیزیں ملی تھیں جو کینیڈا کے لوگ قطعاً استعمال نہیں کرتے، اس سے انہوں نے اندازہ لگایا کہ واردات اپنے ملک کے کسی شخص نے نہیں کی تھی... یوں بھی کینیڈا میں جرائم نہ ہونے کے برابر ہیں، مقامی لوگ تو جرم کرنے کی جرأت کرتے ہی نہیں، اس لیے کہ وہ جانتے ہیں... جرم کر کے وہ بچ نہیں سکتے... اب تفتیش کے ایسے ذرائع اختیار کر لیے گئے ہیں..."

"لیکن اس واردات کا مجرم تو وہ پھر بھی نہیں پکڑ سکے۔"

"اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ جرم کسی غیر ملکی نے کیا، وہ اس کے طریقے سے واقف نہیں تھے۔ اس لیے سراغ نہیں لگا سکی۔"

"خیر... ہم دیکھیں گے اس بارے میں ہم کیا کر سکتے ہیں... ضرورت پڑی تو کینیڈا سے اس کیس کی فائل بھی منگالیں گے تا کہ معلوم ہو سکے کہ کمرہ واردات سے کیا چیزیں ملی تھیں... اب ہم ذرا نذیر بیگ اور سردار خالد سے مل آئیں، اس بات کا زبردست امکان ہے کہ ان میں سے کوئی ایک گھرانا مجرم گھرانہ ہو۔"

"اس خیال تحت کے تو پھر مجرم نے ان دونوں گھرانوں کی بھی تلاشی لی ہوگی۔"

"یہ تو وہاں چل کر ہی معلوم ہو سکے گا۔"

وہ اسی وقت نذیر بیگ کے گھر پہنچے۔ اندر تاریکی تھی۔ گو سب لوگ سوئے ہوئے تھے۔

"کیا خیال ہے... کل دن میں ملاقات کیوں نہ کی جائے... اس وقت جگایا جانا انہیں ناگوار گزرے گا۔"

"ہم بھی تو جاگ رہے ہیں اور اپنی کسی ذاتی غرض کے لیے نہیں جاگ

رہے۔" محمود نے منہ بنایا۔

پھر اس نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ آخر تین منٹ بعد ایک ادھیڑ عمر آدمی نے دروازہ کھولا، اس کی آنکھوں سے نیند جھانک رہی تھی، چہرے پر ناگواری تھی۔

"فرمائیے... آپ کون حضرات ہیں اور اس وقت مجھ سے آپ کو کیا کام آ پڑا۔"

"آپ نذیر بیگ ہی ہیں نا۔"

"بالکل ہوں... تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔"

"اور آپ کینیڈا میں رہتے رہے ہیں۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے، آخر بات کیا ہے۔"

"آپ فیاض گرمانی اور اعجاز گرمانی کو تو اچھی طرح جانتے ہوں گے۔"

"کیوں نہیں... وہ کینیڈا میں ہمارے پڑوسی تھے۔"

"اور صولت خان۔" محمود بولا۔

"وہ... وہ بھی ہمارے پڑوس میں رہتے تھے۔"

"خوب! وہاں ایک واردات ہوئی تھی... صولت خان کے گھر۔"

"اف اس واردات کا ذکر نہ کریں... وہ بہت خوفناک حادثہ تھا... بس اس کے بعد ہم لوگ کینیڈا میں خوشی سے نہ رہ سکے... ہم نے ادھر آنے کی کی۔"

"آپ کے گھر کی کسی نے تلاشی تو نہیں لی۔"

"کیا مطلب... کب کی بات کر رہے ہیں، ان دنوں جب واردات ہوئی تھی۔"

"نہیں... آج کل میں۔"

''نہیں... آج کل ہمارے گھر کی کسی نے تلاشی نہیں لی۔''

''کینیڈا کی پولیس نے بھی آپ سے پوچھ گچھ کی تھی۔''

''ہاں! کی تھی... لیکن ہمارا تو اس واردات سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔''

''اب صولت خان کہاں رہتے ہیں۔''

''معلوم نہیں... ہم لوگ تو وہاں سے آ گئے تھے... صولت خان بعد میں آئے ہوں گے۔''

''خیر... ہم آپ کو بتا دیں کہ فیاض گرمانی اور اعجاز گرمانی کے گھر کی پراسرار انداز میں تلاشی لی گئی ہے۔''

''اوہو اچھا۔'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

''آپ بھی احتیاط کریں... میرا خیال ہے، وہ نامعلوم آدمی آپ کے گھر کی بھی تلاشی لے گا... آپ کے گھر میں کوئی ایسی چیزیں موجود نہیں... جو مجرم کے مطلب کی ہو۔''

''بھلا مجھے کیا معلوم... اسے کس چیز کی تلاش ہے۔''

''ہوں... اور کیا آپ کے خیال میں یہ تلاشی لینے والا صولت خان ہو سکتا ہے۔''

''اس بارے میں بھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''اچھی بات ہے... ہم نے آپ کو ناوقت زحمت دی۔''

''کوئی بات نہیں... لیکن آپ نے مجھے خوف زدہ کر دیا ہے۔''

''ضروری نہیں کہ ہمارا خیال درست ثابت ہو... ابھی ہمیں اس کیس کے بارے میں کچھ زیادہ باتیں معلوم نہیں... ہم کینیڈا سے اس کیس کی فائل منگوائیں گے... تب اندازہ ہوگا۔''

''آپ جانیں۔'' اس نے کندھے اچکا دیے۔

اور پھر وہ وہاں سے چلے آئے۔ سردار خالد نے بھی اسی قسم کے جوابات دیے، اسے بھی کچھ معلوم نہیں تھا، نہ اس کے گھر کی کسی نے تلاشی لینے کی کوشش کی تھی۔ آخر وہ گھر آ گئے... معلوم ہوا، ان کے والد ابھی تک نہیں لوٹے تھے۔ اس بات نے ان کی حیرت میں اور اضافہ کر دیا۔

''کیا خیال ہے... اب تو باقی رات ہم سو کر گزار سکتے ہیں، اس کیس میں اب کرنے کا کوئی کام باقی نہیں رہا۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

''ایک کام باقی ہے...'' محمود مسکرایا۔

''اور وہ کیا...'' فاروق نے اسے گھورا۔

''آئی جی صاحب کو فون کرنا ہے۔''

''حد ہو گئی... ارے بھائی... وہ سو رہے ہوں گے...''

''قوم کے خادموں کو جب جی چاہے، لگایا جا سکتا ہے، ہمیں لوگ جگا دیتے ہیں، یا نہیں۔''

''تمہاری مرضی! اگر ان کی جھاڑ سننا ہی چاہتے ہو تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔''

''اور تم کچھ کہو بھی نہ مہربانی ہوگی۔''

محمود نے جل کر کہا اور پھر اس نے آئی جی صاحب کے گھر کے نمبر ڈائل کیے، سلسلہ ملتے ہی ادھر ریسیور اٹھا لیا گیا اور آئی جی صاحب کی آواز سنائی دی... ان کا جملہ سن کر محمود زور سے اچھلا۔

☆☆☆☆

یہ ہم ہیں

''جی! کیا مطلب... آپ نے کیا فرمایا؟''

''یہ کہ کینیڈا فون کر دیا گیا ہے... اس کیس کی فائل صبح تک یہاں پہنچ جائے گی۔''

''لیکن انکل! آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ میں نے اس وقت اس بات کے لیے فون کیا ہے...'' محمود بولا۔

''بھئی اگر تم جاگ رہے ہو، تمہارے ابا جان جاگ رہے ہیں تو میں کیوں نہیں جاگ سکتا۔''

''تت... تو کیا ابا جان اس وقت آپ کے پاس ہیں۔''

''ایسا تو خیر نہیں ہے، البتہ انہوں نے فون پر بات کی تھی۔''

''اوہ اچھا... وہ کہاں ہیں۔''

''یہ انہوں نے نہیں بتایا۔''

''اس کا مطلب ہے... وہ جہاں بھی ہیں... خیریت سے ہیں اور کیس پر ہی کام کر رہے ہیں۔''

''مجھے نہیں معلوم... کیس کیا ہے یا وہ اس کیس پر کام کر رہے ہیں یا نہیں

...'' انہوں نے کہا۔

''بہت بہت شکریہ! اطمینان کا احساس اب بہت بڑھ گیا ہے۔''

''جونہی فائل پہنچے گی، میں فون کر دوں گا۔''

یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔ محمود ان کی طرف مڑا اور ساری بات بتا دی۔ اندازہ وہ پہلے ہی لگا چکے تھے۔

''اگر یہ بات ہے اور ابا جان آس پاس ہی کہیں موجود ہیں تو وہ ہم سے کیوں نہیں آملتے۔'' فرزانہ بڑبڑائی۔

''اس بارے میں بھلا ہم کیا کہہ سکتے ہیں... ان کی وہی جانیں۔''

''اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ فائل کے آنے تک ہم اس کیس کے سلسلے میں کچھ نہیں کر سکیں گے، لہٰذا گھر چل کر آرام کرتے ہیں۔'' فاروق نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تم تو ہو کام چور... ابا جان کیس پر کام کر رہے ہیں اور ہم گھر چلے جائیں... کیا یہ اچھا لگے گا۔'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

''تب پھر تم خود بتاؤ... ہم کیا کریں۔''

''ہم ایک بار پھر فیاض گرمانی کے گھر چلتے ہیں... اس گھر کا ایک بار پھر جائزہ لیتے ہیں... مجرم ان کے گھر سے کیا چیز تلاش کرنا چاہتا ہے... یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں... کیا خیال ہے۔''

''کوئی حرج نہیں۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''ویسے اس بات کا امکان موجود ہے کہ فیاض گرمانی کوئی بات چھپا رہے ہوں... کینیڈا کی واردات مجھے کچھ پراسراری لگتی ہے... ان لوگوں کا بیان ہے کہ اس گھر میں ڈاکو آ گئے تھے۔ صولت خان کے بھائی ڈاکوؤں سے الجھ پڑے... اس طرح

وہ مارے گئے، ڈاکو فرار ہو گئے۔ ان ڈاکوؤں کو کینیڈا کی پولیس پکڑ نہ سکی... پھر یہ لوگ اپنے ملک آ گئے... اور اس کے کچھ مدت بعد فیاض گرمانی کے گھر کی تلاشی لی گئی... جب کہ دوسرے گھروں کی تلاشی نہیں لی گئی... یہ بات سمجھ میں نہیں آئی... مجرم کو اگر اپنے بھائی کے قاتل کی تلاش ہے... تو اسے باقی دو گھرانوں کی بھی اسی طرح تلاشی لینی چاہیے تھی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔'' محمود کہتا چلا گیا۔

''اوہو! اس میں عجیب بات کیا ہے۔'' فاروق نے جھلا کر کہا۔

''کیا مطلب؟''

''بھئی آج رات اس نے پہلے گھر کی تلاشی لی ہے... اب کل رات وہ دوسرے گھر کی تلاشی لے گا، پھر پرسوں رات تیسرے گھر کی...''

''اوہ... اوہ۔'' ان کے منہ سے نکلا۔

''واقعی فاروق نے زبردست بات کہی... ہم تو اسے بالکل ہی بے وقوف خیال کرتے رہے ہیں۔'' محمود نے شوخ انداز میں کہا۔

''بے وقوفوں کو اپنے علاوہ سب لوگ بے قوف ہی لگتے ہیں، اس میں تمہارا قصور نہیں۔'' فاروق بول اٹھا۔

''حد ہوگئی... ہم سب کو اس نے بے وقوف کہ دیا... انکل آپ سن رہے ہیں۔''

''ہاں بالکل... لیکن تم فکر نہ کرو، فاروق کم از کم مجھے بے وقوف نہیں کہ سکتا ،کیوں فاروق۔''

''آپ کا اندازہ سو فیصد درست ہے... میرا دماغ نہیں چل گیا کہ آپ کو بے وقوف کہوں۔''

''شکریہ شکریہ...''

''اس کا مطلب ہے... آپ کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کہ یہ ہمیں بے وقوف کہے۔'' محمود نے شکایت کرنے کے لہجے میں کہا۔

''بھئی تمہاری تم جانو... یہ تمہارا آپس کا معاملہ ہے۔'' انہوں نے کندھے اچکائے۔

آخر وہ ایک بار پھر فیاض گرمانی کے دروازے پر پہنچ گئے، ہر طرف موت کا سناٹا طاری تھا۔ توفیق شاشا کے گھر میں بھی مکمل تاریکی تھی...

''یہ لوگ اب سو چکے ہیں، انہیں پریشان کرنا مناسب نہیں... پہلے ہی کافی پریشان ہو چکے ہیں۔'' پروفیسر داؤد نے کہا۔

''اللہ! آپ کا بھلا کرے۔'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

''تب پھر ابا جان کیوں بدستور کام میں لگے ہوئے ہیں... انہیں بھی تو آرام کرنا چاہیے تھا۔''

''ہو سکتا ہے، وہ گھر جا چکے ہوں... اور آئی جی صاحب کو انہوں نے گھر سے فون کیا ہو۔''

''اگر یہ بات ہے تو میں ابھی فون کر کے معلوم کر لیتا ہوں۔''

محمود نے کہا اور ان کے موبائل نمبر ڈائل کیے... فون بند ملا۔ اب اس نے گھر کے نمبر ڈائل کیے۔ جلد ہی ان کی والدہ کی نیند میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

''معاف کیجیے گا، امی جان... آپ کو نیند سے جگایا۔''

''کوئی بات نہیں، تھوڑی دیر پہلے ہی تمہارے ابا جان نے بھی فون کیا تھا۔''

''اور وہ کس لیے؟''

"پوچھ رہے تھے... تم لوگ گھر پہنچ گئے یا نہیں۔"

"اس کا مطلب ہے، ابا جان ابھی تک گھر نہیں پہنچے۔"

"ہاں! یہی بات ہے... کہ رہے تھے... جب باقی لوگ کام میں جتے ہوئے ہیں تو میں گھر کیسے آسکتا ہوں... میں بھی کیس پر کام کروں گا۔"

"مارے گئے پھر تو۔" محمود نے فکر مند ہو کر کہا۔

"کک... کون مارے گئے..."

"جی... بس... ہم ہی مارے گئے اور کون؟" محمود نے کہا۔

ان کی والدہ نے ہنس کر فون بند کر دیا... ایسے میں پروفیسر داؤد کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی...

"اوہو... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔"

"جلدی سے ہمیں بھی دکھا دیں..." فاروق نے فوراً کہا۔

انہوں نے دیکھا... وہ توفیق شاشا کے گھر کی طرف دیکھ رہے تھے... انہوں نے بھی اس سمت میں دیکھا... لیکن کچھ بھی نظر نہ آیا...

"ہمیں تو کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا۔"

"مم... میں نے چھت پر ایک سایہ دیکھا ہے اور مجھے وہم نہیں ہوا۔" وہ بولے۔

"اوہ... تب تو آئیے۔"

چاروں آگے بڑھے اور گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ جلد ہی گھر کے برآمدے کا بلب روشن ہوگیا۔ پھر قدموں کی آواز سنائی دی... آخر انہوں نے توفیق شاشا کی گھبراہٹ زدہ آواز سنی۔

"کک کون؟"

"یہ ہم ہیں... محمود، فاروق، فرزانہ اور..."

"اوہ... اچھا... میری تو جان ہی نکل گئی تھی... کہ پتا نہیں اب پھر کیا بات ہے، کون آگیا ہے... دراصل رات کے واقعات نے نیند خراب کر دی ہے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا اور توفیق شاشا کی پریشان صورت نظر آئی۔

"کیا بات ہے... خیر تو ہے۔"

"ہمارے انکل نے آپ کے سائے پر چھت دیکھی ہے۔" فاروق جلدی سے کہا۔

"میرے سائے پر چھت... نن نہیں۔" وہ گھبرا گیا۔

"مم... میرا مطلب ہے... آپ کی چھت پر ہمارے انکل نے ایک سایہ دیکھا ہے۔"

"نن... نہیں۔" وہ اور بری طرح گھبرا گیا... پھر مارے خوف کے کانپنے لگا۔

"لیکن آپ کو خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں... ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں۔"

"محمود نے کہا اور پھر انہوں نے اس کی چھت کا رخ کیا... وہ خوف زدہ وہیں کھڑا رہا... آگے بڑھنے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔

زینہ اندر سے بند کیا گیا تھا... انہوں نے چٹخنی گرا دی اور محتاط انداز میں چھت پر آگئے... تاریکی کے باوجود انہوں نے دیکھ لیا کہ وہاں کوئی نہیں تھا...

"شاشا صاحب... آجائیں... یہاں کوئی نہیں ہے... چھت کی لائٹ

جلادیں... تاکہ ہم جائزہ لے سکیں۔"

اب توفیق شاشا آگے بڑھا اور چھت پر آ گیا۔ اس نے لائٹ آن کر دی...

چھت روشن ہوئی... انہوں نے ادھر ادھر گھوم پھر کر اچھی طرح جائزہ لیا... کہیں کوئی نشان وغیرہ نظر نہ آیا... نہ کوئی چیز دکھائی دی، چھت پر صاف ستھرا فرش تھا، فرش پر ہلکی سی گرد موجود تھی۔ اس کی موجودگی میں ان کے قدموں کے نشانات صاف بن رہے تھے، لیکن ان سے پہلے کوئی نشانات نظر نہیں آئے اور اس کا مطلب یہ تھا، چھت پر کوئی نہیں تھا، جب کہ پروفیسر داؤد صاحب کا کہنا تھا کہ انہوں نے چھت پر ایک سائے کو دیکھا ہے۔

"آپ کا کہنا ہے... آپ نے چھت پر سائے کو دیکھا ہے، لیکن یہاں اس کے قدموں کے نشانات نہیں ہیں... اس سے ہم کیا مطلب لیں۔"

"یہ کہ مجھے وہم ہوا تھا۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"لیکن ہم یہ مطلب نہیں لے سکتے۔" فرزانہ نے بھی جواب میں مسکرا کر کہا۔

"تمہاری مرضی! میں تمہیں یہ مطلب لینے کے لیے مجبور نہیں کر سکتا۔"

ان کے چہروں پر مسکراہٹیں پھیل گئیں... ایسے میں فرزانہ کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔ اس کے منہ سے نکلا۔

"یہ... یہ کیا۔"

ساتھ ہی اس نے انگلی سے اشارہ کیا... انہوں نے دیکھا، اس جگہ سے فیاض گرمانی کی چھت صاف نظر آ رہی تھی... انہوں نے دیکھا، وہاں ایک سایہ حرکت کر رہا تھا۔

"ارے باپ رے... یہ اتنی جلدی وہاں پہنچ گیا... یہ کوئی جن بھوت تو نہیں۔" فاروق نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"ہو سکتا ہے... وہ جو کوئی بھی ہے، ہمیں جن بھوت خیال کر رہا ہو۔" محمود نے فوراً کہا۔

"کیا مطلب... کیا اس نے بھی ہمیں دیکھ لیا ہے۔"

"کیوں! کیا سائے کی آنکھیں نہیں ہوتی۔"

"پپ... پتا نہیں... مجھے سایوں کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔"

"ہم ادھر ادھر کی باتیں کر کے وقت ضائع کر رہے ہیں... موقع اچھا ہے... ہم اسے پکڑ سکتے ہیں۔"

"اوہ ہاں... واقعی۔ آؤ۔" محمود نے چلا کر کہا۔

اور پھر انہوں نے نیچے کی طرف دوڑ لگا دی... جونہی وہ نیچے پہنچے... انہوں نے بے تحاشہ دوڑتے قدموں کی آواز سنی۔

☆☆☆☆

سایہ نہیں سانپ

"ارے باپ رے... سایہ نکلا جا رہا ہے... محمود چلا اٹھا۔

"یہ سایہ ہے یا چھلاوہ۔" فاروق بھناتے ہوئے انداز میں بولا۔

پھر ان سب نے دوڑ لگا دی۔ فیاض گرمانی کے مکان کے پچھلی طرف ایک چوڑی گلی تھی اور اس کے باہر مین روڈ تھی۔ جب وہ چوڑی گلی میں پہنچے تو آخری سرے تک انہیں کوئی دکھائی نہ دیا... دوڑتے قدموں کی آواز بھی اب نہیں آ رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا دوڑنے والا سڑک پر پہنچ چکا تھا... وہ دوڑتے ہوئے سڑک تک پہنچے، سڑک بالکل سنسان تھی، البتہ دور بہت دور ایک کار کی سرخ لائیں نظر آ رہی تھیں، ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی غائب ہو گئیں۔

"نکل گیا ہاتھ سے۔" فاروق نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"نکل گیا ہاتھ سے اس طرح کہ رہے ہو جیسے تم نے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا تھا۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

یہ تم ہر وقت میرے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑی رہتی ہو۔" فاروق اس کی طرف مڑا۔

"نہیں تو... مجھے تو ہاتھ دھوئے بہت دیر ہو گئی، ہاں یاد آیا، عشاء کی نماز

کے لیے وضو کیا تھا، اس وقت دھوئے تھے۔"

"توبہ ہے تم سے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"سایہ نکل گیا، اب لکیر پیٹنے سے کیا فائدہ۔" پروفیسر داؤد بڑبڑائے۔

"انکل سایہ نہیں... سانپ۔" محمود نے فوراً کہا۔

"کیا کہا! انکل سایہ؟" پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔

"جی نہیں! سانپ۔" محمود گھبرا کر بولا۔

"حد ہو گئی... پہلے مجھے سایہ کہا، اب سانپ کہ رہے ہو، یہ تم گرگٹ کی طرح رنگ کیوں بدل رہے ہو۔"

عین اس وقت دوسری سمت سے ایک کار بلا کی رفتار سے آئی اور پھر ان کے پاس رک گئی، ساتھ ہی خان رحمان کو جھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"چلو بیٹھو! جلدی کرو... کہیں سایہ نکل نہ جائے۔"

"ارے... انکل آپ۔"

"حد ہو گئی! ارے بھائی وقت نہیں ہے۔"

انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ساتھ ہی خان رحمان نے گاڑی پوری رفتار پر چھوڑ دی۔

"آپ اور اس طرح اچانک... وہ بھی اس انداز میں... جیسے آپ کو تمام باتیں معلوم ہوں۔"

"تم جمشید کو سمجھتے کیا ہو۔" خان رحمان مسکرائے۔

"ابا جان! وہ ایک ساتھ بولے۔

پروفیسر داؤد ہنسنے لگے۔

"کمال ہے پروفیسر صاحب... آپ ہنس رہے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے، میں نہیں ہنسوں گا تو کمال نہیں ہوگا۔" پروفیسر داؤد کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کمال کی بات ہے، کمال سے پوچھو۔" فاروق بول اٹھا۔

"بتائیے نا انکل۔"

"کیا بتاؤں... جمشید کا فون آیا تھا... گاڑی لے کر فوراً فیاض گرمانی کے گھر کے پاس سڑک پر آ جاؤ... میں روانہ ہو گیا... ابھی راستے میں تھا کہ پھر فون ملا... کہہ رہے تھے... محمود، فاروق، فرزانہ اور پروفیسر داؤد سڑک کے کنارے کھڑے ہیں... ایک سایہ کار میں نکل گیا ہے... لہٰذا انہیں ساتھ لے کر اس کا تعاقب کرو۔"

"اوہ... اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"لیکن انکل! اسے تو گئے کئی منٹ ہو گئے... اب وہ کہاں ہاتھ آئے گا۔" محمود نے منہ بنایا۔

"وہ بچ کر جا بھی نہیں سکے گا۔" خان رحمان مسکرائے۔

"وہ کیسے انکل؟"

"ایسے کہ جمشید بھی حرکت میں ہے... اور غالباً اس کیس میں وہ تم لوگوں سے الگ رہ کر کام کر رہا ہے... یہی بات ہے نا؟"

"جی... جی ہاں۔"

"اب بتاؤ... کیس کیا ہے۔" انہوں نے پوچھا:

"کیس کا تو ابھی تک کوئی سر ہے نہ پیر۔" محمود نے بتایا۔

"بس پیر کے بغیر جتنا کچھ نہیں معلوم ہے، اتنا ہی بتا دو۔"

محمود انہیں تفصیل سنانے لگا... ایسے میں فرزانہ چلائی۔

"وہ رہی اگلی کار۔"

انہوں نے چونک کر آگے دیکھا... ایک کار گویا اڑی جا رہی تھی... درمیانی فاصلہ اب بھی بہت تھا، لیکن کار کی لائٹیں بہر حال نظر آ گئی تھیں... اور ایسا شاید اس لیے ہو سکا تھا کہ خان رحمان کی گاڑی کا انجن بہت زیادہ طاقتور تھا اور اس کی رفتار کی حد بھی زیادہ تھی۔ پھر خان رحمان بڑی مہارت سے کار چلا رہے تھے اور برابر رفتار بڑھاتے چلے جا رہے تھے۔ آخر وہ اس کار کے برابر پہنچ گئے۔

"مہربانی فرما کر رک جائیں۔" خان رحمان چلائے۔

"آپ نے مجھ سے کچھ کہا؟" کار والا بھی چلا اٹھا۔

"ہاں اور کیا... میں آپ سے کہہ رہا ہوں مہربانی فرما کر رک جائیں۔"

"ب... بہت اچھا... لیجیے... رک گیا..." یہ کہتے ہی اس نے گاڑی کی رفتار کم کر دی، یہاں تک کہ کار رک گئی۔

"کیا بات ہے، آپ نے مجھے کیوں روکا..." کار والا بولا۔

"معاف کیجیے گا... آپ فیاض گرمانی صاحب کے گھر میں کیا کہہ رہے تھے۔"

"جی کیا فرمایا... میں فیاض گرمانی کے گھر میں کیا کہہ رہا تھا... یہ کیا بات ہوئی، کون فیاض گرمانی اور آپ کون ہیں؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"آپ کا نام؟"

"اشرف رائے۔" وہ بولا۔

"اشرف رائے صاحب! آپ اس قدر تیز رفتار سے کہاں جا رہے

تھے...''

''آپ کا تعلق ٹریفک پولیس سے تو ہے نہیں، پھر یہ کس لیے پوچھ رہے ہیں۔''

''آپ صرف سوال کا جواب دیں...'' محمود نے برا سامنہ بنایا۔

''اوکے... میں اپنے ایک رشتے دار سے ملنے جا رہا ہوں... کیا ایسا کرنا جرم ہے۔''

''اتنی رات گئے؟'' پروفیسر داؤد کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں اتنی رات گئے، کیا اتنی رات گئے، اپنے کسی رشتے دار سے ملنے کے لیے جانا غیر قانونی ہے۔'' اس نے برا سامنہ بنایا۔

''نہیں... بالکل نہیں... آپ مہربانی فرما کر اپنا پتا اور فون نمبر لکھوا دیں... ضرورت پڑی تو ہم پھر آپ کو زحمت دیں گے۔''

''آخر بات کیا ہے۔''

''ہم نے آپ کو ایک گھر سے نکل کر بھاگتے اور پھر اپنی کار میں بیٹھ کر فرار ہوتے دیکھا ہے، وہ گھر فیاض گیلانی کا ہے... اور ہم اس وقت اس گھر کے آس پاس موجود تھے، کچھ ہی دیر پہلے اس گھر میں ایک عدد واردات ہوئی تھی... لہٰذا ہم وہاں موجود تھے، سامنے والے گھر میں ہمیں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا، ہم ادھر گئے تو پھر ہم نے ایک سایہ فیاض گرمانی کی چھت پر دیکھا، ہم اس طرف آئے تو وہ بھاگ نکلا اور وہ سایہ آپ ہی تھے... کیونکہ ہم نے راستے میں کسی اور کار کو نہیں دیکھا...''

''حد ہوگئی... حد ہوگئی۔'' اس نے جھلا کر کہا۔

''ضرور ہوگئی ہوگی... لیکن صرف ایک بار۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''کیا مطلب؟''

''ان کی بات پر نہ جائیں... مطلب ذرا مشکل سمجھ میں آتا ہے...''

''دیکھیے جناب! آپ لوگوں کا خیال بالکل غلط ہے... میں اپنے گھر سے نکل کر سیدھا اپنے رشتے دار کی طرف روانہ ہوا تھا... اور میں کسی فیاض گرمانی کو جانتا تک نہیں۔''

''اوکے... آپ صرف اپنا پتا اور فون نمبر لکھوا دیں۔''

''لکھ لیجیے! میں دادا بھائی روڈ کی کوٹھی نمبر 407 میں رہتا ہوں۔'' یہ کہ کر اس نے فون نمبر بھی لکھوا دیا۔

محمود نے فوراً اپنا موبائل نکالا اور اس کے بتائے ہوئے نمبر ملائے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی کسی عورت کی آواز سنائی دی۔

''جی فرمایئے۔''

''مجھے اشرف رائے صاحب سے ملنا ہے۔''

''وہ اس وقت گھر میں نہیں ہیں، اپنے کسی رشتے دار سے ملنے کے لیے گئے ہیں۔''

''رشتے دار کا نام؟''

''صولت خان۔''

''جی... کیا فرمایا آپ نے۔'' محمود نے حیران ہو کر کہا۔

''صولت خان۔''

''اوہ اچھا شکریہ۔''

یہ کہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ پھر اشرف رائے کی طرف مڑا۔

''آپ کی بات کی اور فون نمبر کی تصدیق تو ہوگئی ہے، اب آپ ذرا یہ بھی

یں کہ آپ کس رشتے دار سے ملنے کے لیے جا رہے ہیں۔"

"کیا میرے گھر سے رشتے دار کا نام بتایا نہیں گیا۔" اس نے منہ بنایا۔

"ہاں بتایا گیا ہے... لیکن ہم آپ کے منہ سے سننا چاہتے ہیں۔"

"ابھی بات ہے... ان کا نام صولت خان ہے۔"

"کیا یہ صولت خان کینیڈا میں رہتے ہیں۔"

"آپ کو کیسے معلوم۔" اشرف رائے کے لہجے میں حیرت در آئی۔

"اوہ... اوہ... اس کا مطلب ہے... یہ وہی صولت خان ہیں۔" محمود بولا۔

اب یک دم ان کے چہروں پر حیرت دوڑ گئی۔ جوش کا عالم ان پر طاری ہو گیا۔

☆☆☆☆

زنجیر

ان کے چہروں پر حیرت کے بادل دیکھ کر اشرف رائے حیرت زدہ نظر آیا۔

"کیا آپ صولت خان کو جانتے ہیں۔"

"جس کیس پر ہم کام کر رہے ہیں، اس کے سلسلے میں صولت خان کا نام سن چکے ہیں... لیکن ابھی ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ وہی صولت خان ہیں۔"

"اس سلسلے میں میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"آپ ہمیں بھی ساتھ لے چلیں۔"

"صولت خان کو ناگوار گزرے گا کہ میں پولیس والوں کو ان کے گھر تک لے آیا۔"

"اگر انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا تو ناگوار نہیں گزرے گا اور اگر وہ مجرم ہیں تو ہمیں اس بات کی پروا کیوں ہونے لگی کہ ہمارا ان سے ملنا انہیں ناگوار گزرے گا۔"

"اچھی بات ہے... آپ کی مرضی... آجائیے میرے ساتھ ان کا گھر یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔" اس نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ کام کیا کرتے ہیں... اور کیا آپ بھی کینیڈا میں رہتے ہیں۔"

"جی نہیں! میں کبھی کینیڈا نہیں گیا۔"

"چلیے پھر۔" فاروق نے سرد آہ بھری۔

"خیر تو ہے بھئی... اس قدر سردی میں سرد آہ؟"

"رات مکمل طور پر برباد ہوتی نظر آتی ہے۔"

"کوئی بات نہیں، تم دن کو آباد کر لینا۔" فرزانہ مسکرائی۔

"ہے کوئی تک۔" فاروق جل گیا۔

محمود، پروفیسر داؤد اور خان رحمان مسکرا دیے۔ اشرف رائے نے ان پر حیرت بھری ایک نظر ڈالی اور کار سٹارٹ کر دی۔

اب وہ اس کے ساتھ چل پڑے، ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے، اس کیس میں انہیں اب تک صولت خان پراسرار آدمی لگا تھا... اب اس کا بھی پتا چل گیا تھا... قتل ہونے والے نوجوان کے سلسلے میں بھی صولت خان کا نام ان کے سامنے آیا تھا، وہ اس کا بڑا بھائی تھا۔

"آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ کام کیا کرتے ہیں۔"

"میں ہیروں کا کاروبار کرتا ہوں۔"

"کک... کیا مطلب؟" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں بھلا... اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔"

"یہ بھی ہیروں کا کاروبار کرتے ہیں... بلکہ ان کی تو ہیروں کی کانیں ہیں۔" پروفیسر بولے۔

"اوہو! اچھا..." اس نے خان رحمان کی طرف دیکھا۔

سڑک چونکہ سنسان تھی، اس لیے دونوں کاریں ساتھ ساتھ

چل رہی تھیں اور وہ بات چیت کر رہے۔

اسی وقت اشرف رائے نے کار ایک گلی میں موڑ دی... اب انہیں اس کے پیچھے چلنا پڑا۔ جلد ہی کار رک گئی۔

انہوں نے دیکھا، وہ ایک عالی شان کوٹھی کے سامنے رکے تھے۔

"بھئی واہ! اتنی عالی شان کوٹھی..."

"جی ہاں! صولت خان کینیڈا سے بہت دولت کما کر لائے ہیں۔"

"لیکن کیسے؟"

"اب اپنے سوالات آپ ان سے خود ہی کر لیجیے گا... آ تو گئے ہی ہیں۔" اس نے جل کر کہا۔

پھر اس نے آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ تیسری گھنٹی کے بھی تین منٹ بعد قدموں کی آواز سنائی دی، پھر اندر سے کہا گیا۔

"کون ہے اس وقت۔"

"اشرف رائے اور۔"

"اوہ ہمارے عزیز... اشرف رائے... لیکن اور کیا، کیا آپ کے ساتھ اور کون ہے۔"

"میرے ساتھ چند بن بلائے مہمان ہیں... آپ دروازہ کھول دیں۔"

دروازہ کھلا... انہوں نے دیکھا پچاس سال کی عمر کے قریب ایک بھاری بھرکم اور طاقت ور آدمی ان کے سامنے کھڑا تھا۔ انہیں دیکھ کر اس کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

"آپ لوگوں کی تعریف۔"

"بہتر ہوگا، ہم اندر چل کر بات کریں... یہ شاید آپ سے کئی باتیں پوچھیں گے۔"

"لیکن معلوم تو ہو... یہ حضرات ہیں کون؟"

"ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ بری طرح اچھلا۔

آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"خیر تو ہے... آپ خوف زدہ ہوگئے۔"

"آپ لوگوں کا یہاں کیا کام.. اور اشرف رائے... یہ سب کیا ہے، آپ ان لوگوں کو یہاں کیوں لائے ہیں.... میں سمجھ گیا.. آپ میرے خلاف کوئی چکر چلا رہے ہیں۔" اس نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"دیکھا آپ نے... یہی میں کہہ رہا تھا۔"

"ان کا اس میں کوئی قصور نہیں، یہ ہمیں یہاں تک لائے ضرور ہیں، لیکن اپنی مرضی سے نہیں... ہماری مرضی سے... ورنہ یہ تو تیار ہی نہیں تھے۔"

"میں کچھ نہیں سمجھا..." صولت خان کے لہجے میں الجھن تھی۔

"میں نے کہا نا.. بیٹھ کر بات کرنا ہوگی۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے سر ہلایا۔

پھر وہ انھیں ڈرائنگ روم میں لے آیا، اطمینان سے بیٹھ جانے کے بعد صولت خان نے کہا۔

"ہاں! اب بتائیے۔"

"ہم فیاض گرمانی کے کیس پر کام کر رہے ہیں۔"

"کک... کیا مطلب... فیاض گرمانی... وہ جو کینیڈا میں رہتے تھے۔"

"ہاں اور آپ بھی کینیڈا میں رہتے رہے ہیں۔"

"تب پھر... اس سے کیا ہوتا ہے۔"

"اور وہاں ایک واردات ہوئی تھی۔"

"آہ... آپ مہربانی فرما کر اس واردات کا ذکر نہ کریں.... میں اپنے بھائی کی موت کو اب تک بھلا نہیں پایا۔"

"اور آپ کے بھائی کا قاتل اب تک پکڑا نہیں گیا... کیا آپ کو یہ بات پسند نہیں کہ وہ پکڑا جائے۔"

"بھلا میں اور یہ نہ چاہوں گا۔" اس نے برا سا منہ بنایا۔

"اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون کریں، ہمارے سوالات کے جوابات دیں... اس لیے کہ شاید ہم اسی کیس پر کام کر رہے ہیں۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی... شاید... کیا آپ کو اس بات پر یقین نہیں۔"

"جی نہیں! ہم یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتے.... صرف ایسا گمان کر سکتے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اچھی بات ہے... پہلے ہم آپ کو پوری بات بتاتے ہیں... اس کے بعد آپ سے سوالات کریں گے۔"

"شکریہ! اس طرح کم از کم میری الجھن تو دور ہوگی۔"

محمود نے ساری تفصیل سنا دی..... وہ غور سے سنتا رہا، پھر اس کے خاموش ہونے پر اس نے اشرف رائے کی طرف دیکھا:

"اور آپ اتنی رات گئے مجھ سے ملنے کیوں آ رہے تھے؟"

"یہ آپس کی رشتے داری کی بات ہے، میں ان حضرات کے سامنے بتانا پسند نہیں کرتا، ان کے جانے کے بعد پوچھ لیجیے گا... آپ کی بہن کا کوئی مسئلہ ہے۔"

"کیا مطلب... کیا آپ کی بیوی صولت خان صاحب کی بہن ہیں۔"

"ہاں جناب! میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں... ہم آپس میں رشتے دار ہیں۔"

"بالکل ٹھیک! آپ نے یہ بات بتائی تھی... محمود نے سر ہلایا۔

"اب آپ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔"

"ہم نے کینیڈا سے آپ کے گھر ہونے والی وار دات کی فائل منگوائی ہے۔ اس کے باوجود ہم کچھ سوالات آپ سے کرنا چاہتے ہیں۔"

"ضرور کریں۔" اس نے بے فکر ہو کر کہا۔

"کیا آپ کو اپنے بھائی کے قاتل کی تلاش ہے اور آپ اپنے طور پر اس سلسلے میں بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔"

"مجھے اپنے بھائی کا بہت دکھ ہے، ہیروں کا بھی رنج ہے میں چاہتا ہوں، قاتل پکڑا جائے... کیا یہ خواہش ناجائز ہے۔" اس نے برا مان کر کہا۔

"آپ یہ چاہتے ہیں نا کہ قاتل مل جائے۔"

"میں کہہ چکا ہوں... بھلا میں اور یہ نہ چاہوں گا۔"

"کیا وہ ڈاکو نقد رقم اور زیورات وغیرہ بھی لے گئے تھے۔"

"بالکل لے گئے تھے... البتہ۔"

"البتہ کیا؟"

"ہمارے پاس کچھ ہیرے تھے، وہ ہیرے لے گئے تھے اور ایسا لگتا تھا جیسے انہیں ہیروں کے بارے میں معلومات ہیں... کیونکہ وہ فوراً ہی اس خفیہ خانے

تک پہنچ گئے تھے جس میں ہم نے ہیرے رکھے تھے۔"

"پھر انہوں نے آپ کے بھائی پر حملہ کیوں کیا۔"

"یہ ان کی نہیں... بھائی کی غلطی تھی... وہ ڈاکوؤں سے الجھ پڑا... دراصل وہ بہت طاقت ور تھا، اس نے خیال کیا کہ وہ ان سے نبٹ لے گا، دوسرے یہ کہ اسے ہیروں سے بہت دلچسپی تھی... وہ ہیرے ہاتھ سے جاتے ہوئے نہ دیکھ سکا... اور ان پر ٹوٹ پڑا... اس نے یہ بھی نہ سوچا... ان کے پاس پستول ہیں... دراصل اس کا گمان تھا، وہ فائر نہیں کریں گے... لیکن ان کے پستول بے آواز تھے..."

"اور آپ... آپ نے بھائی کو بچانے کے لیے کچھ نہیں کیا۔"

"میں بھی زخمی ہوا تھا... آپ فائل منگوا ہی رہے ہیں... معلوم ہو جائے گا۔"

"ڈاکو کتنے تھے۔"

"چار۔" اس نے بتایا۔

"کیا اشرف رائے صاحب بھی ان دنوں کینیڈا ہی میں تھے؟"

"جی نہیں! یہ کبھی کینیڈا نہیں گئے۔"

"مسٹر اشرف رائے! آپ کیا کام کرتے ہیں۔"

"میں... پولیس میں ملازم تھا، ریٹائر ہو چکا ہوں، انسپکٹر کے عہدے سے ریٹائر ہوا ہوں۔"

"آپ کی عمر اتنی تو نہیں۔"

"میں نے وقت سے پہلے ریٹائرمنٹ لے لی تھی... میرے دل میں تکلیف رہنے لگی تھی... اور پولیس کی ملازمت ایسی ہے کہ اس میں دل طاقت ور ہونا چاہیے... ڈاکٹر حضرات نے بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ ملازمت چھوڑ دیں، دل کے

شدید مرض میں پولیس کی ملازمت مناسب نہیں، میں نے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ دکھائے اور ریٹائرمنٹ لے لی۔''

''اب آپ کیا کام کرتے ہیں۔''

''میں اپنا کاروبار کرتا ہو ... چیزیں اپنے ملک میں درآمد کرتا ہوں۔''

''کیا آپ کبھی سیر کے لیے بھی کینیڈا نہیں گئے۔'' فرزانہ نے سوال داغا۔

''کیا مطلب؟'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''جن دنوں یہ واردات ہوئی... کیا آپ صولت خان اور ان کے بھائی ...ے کے لیے کینیڈا تو نہیں گئے تھے۔''

ن... نہیں۔'' اس نے قدرے گھبرا کر کہا۔

''اچھی بات ہے... بس ایک سوال اور... کیا آپ ہیرے بھی درآمد کرتے ہیں۔''

''جی... ہاں! میرا یہ کاروبار ہے۔''

''شکریہ... ہمیں آپ سے بس یہی پوچھنا تھا۔ صولت صاحب... امید ہے، آپ کا چور جلد پکڑا جائے گا۔''

''کیا... کیا واقعی... لیکن میں نے تو آپ لوگوں سے اس سلسلے میں مدد طلب نہیں کی۔''

''بس ہم اس معاملے میں شامل ہو گئے ہیں۔'' محمود نے کندھے اچکائے۔

اور پھر وہ باہر نکل آئے... گاڑی میں بیٹھنے کے بعد محمود نے کہا۔

''کیا خیال ہے۔''

''کس بارے میں؟'' فاروق نے منہ بنایا۔

''اشرف رائے اور صولت خان کے بارے میں۔'' محمود مسکرایا۔

''میرے خیال میں اپنے بھائی کے قاتل سے زیادہ انہیں ان ہیروں کی تلاش ہے۔''

''اور جب اشرف رائے سے یہ پوچھا گیا کہ کیا وہ ملاقات کے لیے بھی کینیڈا نہیں گیا تو وہ جواب دیتے وقت ہچکچایا تھا۔''

''ہاں! یہ بات بہت اہم ہے... ہمیں پتا چلانا ہوگا... اشرف رائے ان دنوں کینیڈا میں تو نہیں تھا... جب یہ واردات ہوئی تھی... اگر اشرف رائے ان دنوں کینیڈا میں تھا تو یہ بات اس فائل میں موجود ہوگی...''

''ہو سکتا ہے، اشرف رائے کینیڈا تو گیا ہو، لیکن اس نے اپنے بہنوئی صولت خان کو اس بات سے بے خبر رکھا ہو۔''

لیکن کیوں... کیا وہ ہیرے چرانے گیا تھا... یہ بات حلق سے نہیں اترتی، وہ بھی اپنے بہنوئی کے۔''

''خیر... فائل پڑھنے کے بعد اس پہلو پر غور کریں گے۔''

''اب سوال یہ ہے کہ ابا جان کہاں غائب ہیں۔'' محمود نے کہا۔

''وہ غائب نہیں ہیں، اس کیس کے آس پاس موجود ہیں، ورنہ وہ انکل خان رحمان کو ہماری مدد کے لیے کیسے بھیج سکتے تھے۔'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''بالکل ٹھیک... لیکن وہ چھپ کر اس کیس کے کرداروں کو دیکھ رہے ہیں اور ایسا وہ پہلے بھی کر چکے ہیں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''اس میں شک نہیں۔'' خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

تھے۔ یوں بھی نیند ان حالات میں آ کہاں رہی تھی... ہم نے اٹھ کر سارے گھر کو دیکھ ڈالا، لیکن کوئی نہ ملا... البتہ فیاض گرمانی یہاں تک کہہ کر رک گیا۔

"البتہ کیا؟"

"البتہ گھر کی ایک بار پھر تلاشی لی گئی ہے... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کی اسے تلاش ہے، وہ اسے اب تک نہیں ملی۔"

"یہی تو سوال ہے... آخر وہ کس چیز کی تلاش میں ہے۔"

"بھلا ہم کیا کہہ سکتے ہیں... ہمیں تو کچھ بھی معلوم نہیں۔"

"کینیڈا میں کوئی خاص واقعہ ضرور پیش آیا تھا، اس بارے میں غور کریں۔" محمود بولا۔

"ایک ہی واقعہ ہوا تھا، یعنی صولت خان کے گھر آنے والا... ہمیں اور کوئی واقعہ یاد نہیں۔"

"مہربانی فرما کر غور کریں... کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہے۔"

ایسے میں فیاض گرمانی کا ایک بچہ ہاتھ میں ایک زنجیر لیے اندر داخل ہوا۔ فیاض گرمانی کی نظریں اس پر جم گئیں... پھر اس نے سرسراہٹ زدہ لہجے میں کہا۔

"یہ... یہ زنجیر تم کہاں سے لائے ہو۔"

☆☆☆☆

"لیکن کس میں شک نہیں۔" پروفیسر داؤد نے چونک کر کہا۔

"جی فاروق کی بات میں۔"

"اوہ ہاں! فاروق کی باتوں میں تو شک ویسے بھی نہیں ہوتا۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"کیا کر رہے ہیں انکل؟" محمود اور فرزانہ ایک ساتھ بول اٹھے۔

"شش شاید میں کچھ غلط کہہ گیا۔" وہ گھبرا گئے۔

"آپ ان کی باتوں پر نہ جائیں انکل۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"لیکن بھئی ہم تو کار پر جا رہے ہیں۔" خان رحمان نے ہنکارا پڑے۔

"حد ہو گئی... یہ سوچا نہیں کہ جانا کہاں ہے اور منہ اٹھا کر چل پڑے۔" محمود بولا۔

"وہیں جائیں گے... جہاں سے چلے تھے... دیکھنا تو ہوگا کہ فیاض گرمانی اور اعجاز گرمانی کے ہاں کیا ہوا ہے... وہ سایہ کچھ لے تو نہیں گیا، دوسرے یہ کہ سایہ تو توفیق شاشا کے گھر بھی نظر آیا تھا... بھلا اس کو وہاں جانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ہاں واقعی... کیا یہ بات عجیب نہیں۔"

"عجیب تو اس کیس میں ہر بات ہے۔"

اور پھر وہ فیاض گرمانی کے گھر کے سامنے پہنچ گئے۔ اندر روشنی نظر آئی... البتہ توفیق شاشا کا گھر تاریک تھا۔ انہوں نے فیاض کے دروازے پر دستک دی۔ جلد ہی دروازہ کھل گیا۔ فیاض گرمانی کے چہرے پر خوف ہی خوف تھا۔

"خیر تو ہے۔"

"کچھ دیر پہلے ہمارے گھر میں کوئی تھا، ہم کھڑ بڑ کی آوازیں سن کر جاگے

حیرت ہی حیرت

"خیر تو ہے، آپ زنجیر کو دیکھ کر حیران ہوئے ہیں۔"

"ہاں! میں حیران ہوں... بیٹا تم نے بتایا نہیں۔"

"ابو! یہ سیف والے کمرے میں ایک کرسی کے نیچے پڑی تھی۔" بیٹے نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے... یہ آپ کے گھر کے کسی فرد کی نہیں ہے۔"

"نن... نہیں۔" فیاض گرمانی کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

"تب پھر یہ اس شخص کی ہے... جو یہاں کی تلاشی لینے کے لیے آیا تھا۔"

"ہاں! بالکل یہی بات ہے۔"

"اور... کیا... آپ اس زنجیر کو پہچانتے ہیں۔"

"ہاں! میں اس زنجیر کو پہچانتا ہوں... اس زنجیر کو میں نے ہمیشہ ایک شخص کی کلائی میں دیکھا ہے... لیکن یہاں نہیں... کینیڈا میں۔"

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ چونک کر بولے۔

"جی ہاں! یہی بات ہے، وہ شخص اکثر ہم سے ملنے کے لیے آیا کرتا تھا، اپنے ملک کا باشندہ ہونے کے ناطے ہم اس سے مل لیا کرتے تھے اور وہ گپ شپ لگا

کر چلا جاتا تھا..."

"اس کا نام کیا تھا۔"

"جمیل گاما۔"

"جمیل گاما... کیا وہ آپ کے دوسرے پڑوسیوں سے بھی ملا کرتا تھا۔"

"ہاں! بالکل۔"

"ایک منٹ۔"

اب محمود نے نذیر بیگ کو فون کیا... اس سے جمیل گاما کے بارے میں پوچھا، اس نے بھی یہی بات بتائی، محمود نے اس سے پوچھا:

"اور کیا آپ کے گھر کی کسی نے تلاشی لینے کی کوشش کی ہے۔"

"بالکل نہیں... ادھر کوئی نہیں آیا۔"

سردار خالد نے بھی یہی بتایا، پھر محمود نے صولت خان کے نمبر ڈائل کیے، اس نے بھی جمیل گاما کے بارے میں یہی بات بتائی۔ آخر محمود نے فون بند کر کے کہا۔

"اس کا مطلب ہے، جمیل گاما آپ سے ملاقات کرتا رہا ہے... تو کیا یہ ممکن نہیں کہ صولت خان کے گھر چوری اسی نے کی ہو۔"

"ہاں کیوں نہیں... اس کا زبردست امکان ہے۔"

"اور اب وہی آپ کے گھر کی تلاشی لینے آیا تھا... آخر کیوں؟"

"میں... میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"لیکن میں ایک بات کہہ سکتا ہوں اور وہ یہ کہ جونہی ہمیں یہ بات معلوم ہو گی، ہم کیس کے مجرم تک پہنچ جائیں گے۔"

"لیکن جرم کیا ہے..."

"آپ لوگوں کو اس نے بے ہوش کیا ہے، اس بے ہوشی سے وہ کوئی خاص مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا، یہ کہ آپ کے گھر کی تلاشی لینا... اور تلاشی وہ دوبار لے چکا ہے... لیکن اب تک اسے وہ چیز نہیں ملی جس کی اسے تلاش ہے... اور میرا خیال ہے، جب تک ہم کینیڈا سے آنے والی فائل نہیں پڑھ لیتے، اس وقت تک یہ بات نہیں جان سکیں گے۔"

"آپ کا مطلب ہے... آپ نے کینیڈا سے اس واردات کی فائل منگوائی ہے۔" فیاض گرمانی نے پریشان ہو کر کہا۔

"کیوں! آپ یہ سن کر پریشان کیوں ہو گئے؟"

"نہیں... میں پریشان نہیں حیران ہوا ہوں... میری حیرت آپ کو پریشانی محسوس ہوئی ہے۔"

"اچھی بات ہے... ایسا ہی ہو گا۔"

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی... محمود نے سیٹ کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے ان کے والد کہہ رہے تھے۔

"گھر آ جاؤ، فائل آ گئی ہے۔"

اسے حیرت کا ایک جھٹکا لگا... یعنی ان کے والد گھر پہنچ چکے ہیں اور فائل بھی گھر پہنچ چکی تھی... لہٰذا اب وہ وہاں رک کر کیا کرتے... گرمانی سے اجازت لی اور گھر کا رخ کیا... فجر کا وقت بھی اب قریب تھا اور انہیں نماز بھی ادا کرنا تھی۔

گھر میں ان کے والد صحن میں بیٹھے نظر آئے، دروازہ بھی انہوں نے اندر سے بند نہیں کیا تھا... یہ دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی۔

"السلام علیکم ابا جان۔" وہ تینوں بولے۔

"السلام علیکم جمشید۔" خان رحمان اور پروفیسر داؤد نے ایک ساتھ کہا۔

"وعلیکم السلام۔" وہ مسکرائے۔

"معلوم ہوتا ہے... آپ کو کوئی خاص بات معلوم ہو گئی ہے۔" محمود پر جوش انداز میں بولا۔

"میں کہہ نہیں سکتا... تاہم تم نے جہاں تک کیس کا جائزہ لیا ہے... تم مجھے بتا دو، پھر فائل پڑھنا۔"

"جی اچھا۔"

انہوں نے تفصیل سنا دی... ایسے میں فاروق نے کہا۔

"اور آپ نے جو کیس کا جائزہ لیا ہے، اس کی تفصیل نہیں بتائیں گے۔"

"میں نے چھپ کر اس کیس کے ایک ایک کردار کو دیکھا ہے، ان کی حرکات کو دیکھا ہے، لیکن افسوس! میں کوئی بات معلوم نہیں کر سکا... میرے خیال میں یہ ایک مشکل ترین کیس ہے، اگر مشکل نہ ہوتا تو کینیڈا کی پولیس کیوں مجرم کو نہ پکڑ سکتی... وہ لوگ تو اس قسم کے معاملات میں بہت تیز ہیں۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... خیر پہلے ہم فائل..."

اسی وقت اذان کی آواز ان کے کانوں میں آئی اور پھر وہ نماز کے لیے اٹھ گئے... نماز سے فارغ ہو کر گھر میں داخل ہوئے تو صحن میں میز پر چائے کے برتن رکھے نظر آئے۔

"بھئی واہ... بھابھی ہوں تو ان جیسی۔" پروفیسر داؤد اور خان رحمان بولے۔

چائے کے بعد وہ فائل پر جھک گئے۔ اس میں یہ تفصیلات لکھی نظر آئیں۔ 3 جنوری کی رات بارہ بجے سے چند منٹ پہلے صولت خان کے گھر میں

چار افراد داخل ہوئے۔ انہوں نے گھر کی تلاشی نہیں لی، سیدھے اس سیف تک پہنچے جس میں گھر کے افراد کے نہایت قیمتی ہیرے موجود تھے۔ ان میں سے دو ہیرے نکالنے میں مصروف تھے جب کہ دوسرے دو پستول گھر کے افراد کی طرف تانے کھڑے تھے۔

چاروں افراد گھر میں دستک دے کر داخل ہوئے تھے۔ یعنی پہلے انہوں نے دستک دی، گھر والوں نے پوچھا کون، تو باہر سے انہوں نے بتایا، دوست! اب یہ گھر والوں کی بے وقوفی تھی کہ مزید اطمینان کے بغیر دروازہ کھول دیا، وہ اندر داخل ہو گئے، ان کے ہاتھوں میں پستول دیکھ کر گھر والے خوف زدہ ہو گئے، چاروں افراد نے دروازہ اندر سے بند کرلیا، ان کے پاس اپنی چابیاں تھیں، اپنی چابیاں نہ ہوتیں تو پستول کے زور پر چابیاں حاصل کر سکتے تھے۔ یہ کام بھی ان کے لیے مشکل نہ ہوتا... بہرحال انہوں نے نہایت آسانی سے خفیہ خانے کو کھول لیا... اس میں سے ہیرے نکالے اور جانے لگے، عین اس وقت صولت خان کے چھوٹے بھائی نے ان پر چھلانگ لگادی... وہ ان سے بھڑ گیا، یہ دیکھ کر صولت خان آگے بڑھا، ادھر ڈاکوؤں میں سے ایک نے گولی چلادی۔ صولت خان کا بھائی گر گیا، ایک فائر صولت خان پر ہوا، اس کا کندھا زخمی ہوا، تاہم گولی اوپر اوپر سے گزر گئی... اور ڈاکو فرار ہو گئے۔

یہ واقعے کی تفصیل تھی، کینیڈا کی پولیس نے جو تفتیش کی تھی اور مجرم کو گرفتار کرنے کے لیے جو کوشش کی تھی، اس کی تفصیل یہ تھیں...

"مقتول گھرانے کے آس پاس جو لوگ ان کے ملک کے رہتے تھے، ان سب کو اچھی طرح چیک کیا گیا... ان کے نام یہ ہیں، فیاض گرمانی، اعجاز گرمانی، نذیر بیگ، سردار خالد، جمیل گاما۔ ان سب سے باری باری تفتیش کی گئی... مقامی جرائم پیشہ

لوگوں سے بھی پوچھ تاچھ کی گئی، لیکن ڈاکوؤں کا سراغ نہ ملا۔ جمیل گاما پر ان سب سے زیادہ شک گزرا، لیکن تلاشی لینے پر اور بار بار سوالات کرنے کے باوجود ہم اسے گرفتار کرنے کا کوئی جواز تلاش نہیں کر سکے..."

فائل میں اور بہت سی کارروائیاں درج تھیں، لیکن وہ سب محکمانہ تھیں اور ان کے کام کی ان میں کوئی بات نظر نہیں آئی۔

فائل دیکھنے کے بعد انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر محمود نے کہا۔

"اب معاملہ آسان ہو گیا... ہمارا مطلوبہ شخص جمیل گاما ہے، کیونکہ سایہ وہی تھا اور وہ اپنی زنجیر فیاض گرمانی کے گھر گرا آیا ہے۔"

"بالکل محمود۔" انسپکٹر جمشید پر جوش لہجے میں بولے۔

"لیکن اس پورے کیس میں اب تک یہی ایک شخص ہے جس سے ہمارا سامنا نہیں ہوا، گویا اسے تلاش کرنا ہوگا، اس کے علاوہ اس کے معاملے میں ایک الجھن یہ بھی ہے کہ ڈاکو چار تھے اور جمیل گاما ایک شخص کا نام ہے۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں! یہ بات بھی ہے، لیکن اس میں الجھن کوئی نہیں، یہ شخص اگر واقعی جرائم پیشہ ہے اور کینیڈا جا کر بھی اس نے اپنا یہ پیشہ جاری رکھا ہے، تب تو اس کے لیے تین ساتھی مہیا کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا، اس جیسے اور لوگ بھی تو ہمارے ملک کے وہاں گئے ہوئے ہوں گے... یہ بھی ممکن ہے... یہ لوگ باقاعدہ جرائم پیشہ ہوں۔"

"چلیے یہ تو ہوا... اب ہمیں جمیل گاما پر توجہ دینا ہے، لیکن اشرف رائے کو کس خانے میں فٹ کریں گے... وہ فیاض گرمانی کے گھر میں کیا کر رہا تھا۔"

"تم لوگوں کی یہ الجھن میں دور کر سکتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی کیا مطلب؟"

"اشرف رائے وہ شخص نہیں جو فیاض گرمانی یا توفیق شاشا کے گھر میں سائے کی مانند نظر آیا تھا، یہ شخص تو صرف باہر رہ کر نگرانی کر رہا تھا، البتہ جب سایہ اندر نظر آیا اور پھر تم لوگ فیاض کے دروازے کی طرف بھاگے تو یہ شخص بھاگ کھڑا ہوا۔ میں اسے دیکھ چکا تھا، لیکن اس وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے، لہذا خان رحمان کو تمہاری طرف دوڑایا تا کہ اس کا کامیاب تعاقب ہو سکے... اور اس میں کامیابی ہوئی... اس فائل کے آجانے کے بعد اب ہمارے لیے مجرم کو پکڑنا مشکل نہیں رہا کیونکہ اس میں ان سب لوگوں کی انگلیوں کے نشانات موجود ہیں، دوسرے نشانات بھی درج ہیں۔ ان میں سے جو شخص بھی جمیل گاما ثابت ہوگا، بس ہم اسے پکڑ لیں گے۔"

"لیکن... ابھی تک ہم یہ معلوم نہیں کر سکے کہ مجرم چاہتا کیا ہے۔"

"اس سلسلے میں میں نے دو خیال قائم کیے ہیں، ایک یہ کہ اگر مجرم وہی ہے جس نے صولت خان کے گھر ڈاکا ڈالا تھا تو شاید اس کی کوئی چیز جرم کے وقت گر گئی تھی، وہ اس چیز کے لیے فکر مند ہے... لیکن اگر مجرم صولت خان سے تعلق رکھتا ہے... یعنی اشرف رائے تو پھر ان لوگوں کو اپنے ہیروں کی تلاش ہے، ہو سکتا ہے، صولت خان وقت گزرنے کے ساتھ اپنے بھائی کی موت کو بھی بھول گیا ہو، لیکن ہیروں کو نہ بھول سکا..." انہوں نے روانی کے عالم میں کہا۔

"یہاں ایک اور خیال پیدا ہوتا ہے... جمشید... یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ صولت خان اپنے بھائی کے قاتل تک پہنچنا چاہتا ہو، کینیڈا میں اسے یہ سہولت حاصل نہیں تھی، لیکن یہاں اس کی بہن کا خاوند موجود ہے اور وہ پولیس کی ملازمت سے ریٹائر ہوا ہے، یعنی اسے اس قسم کے کاموں کا تجربہ ہے، لہذا اس نے ان لوگوں کو

کھنگانے کا فیصلہ کیا ہو۔"

"ہاں! یہ بھی باتیں ممکن ہیں... اور میں کہہ چکا ہوں کہ اب قاتل کو پکڑنا بہت آسان ہے... ہم ان سب کی انگلیوں کے نشانات لے لیتے ہیں... دوسرے نشانات بھی ملا کر دیکھ لیں گے... دن نکل چکا ہے... ان سب کو ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔"

انسپکٹر جمشید نے اسی وقت اکرام کو فون کیا۔ اسے ان لوگوں کے نام پتے لکھوائے اور ان کے بارے میں ہدایات دیں۔

دو گھنٹے بعد سب لوگ وہاں موجود تھے اور ان کے چہروں پر حیرت ہی حیرت تھی... آخر انسپکٹر جمشید نے کہنا شروع کیا:

☆☆☆☆

فائل

”آپ سب لوگوں کی یہاں آمد ناگوار تو گزری ہوگی، لیکن میرے لیے ایسا کرنا ضروری تھا۔ ایک جرم جو کئی سال پہلے کینیڈا میں ہوا تھا اور جس کا مجرم پکڑا نہیں جا سکا تھا، وہ آج ان شاء اللہ پکڑا جائے گا۔“

”جی... کیا مطلب؟“ وہ سب کے سب مارے حیرت کے بول اٹھے۔

”ہم نے کینیڈا سے اس کیس کی فائل منگوائی ہے، اس میں متعلقہ افراد کے انگلیوں کے نشانات ہیں۔ دوسرے نشانات بھی ہیں، لہٰذا ہم آپ سب کی انگلیوں کے نشانات اس فائل سے ملانا چاہتے ہیں۔“

”اس کا کیا مطلب ہوا، کیا آپ کے خیال میں ہم میں سے کوئی ایک مجرم ہے...“ نذیر بیگ چونکا۔

”ابھی میں نے یہ نہیں کہا۔ ان نشانات کے ذریعے بے گناہ لوگوں کو الگ کیا جائے گا۔“

”اور جو بچ جائے گا... وہ مجرم ہوگا۔“ سردار خالد نے حیران ہو کر کہا۔

”میں نے یہ بھی نہیں کہا۔“

”تب پھر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔“ صولت خان نے الجھن کے عالم میں کہا۔

”یہاں ایک شخص موجود نہیں ہے، اگر مجرم وہ ہے تو ظاہر ہے، آپ سب بے گناہ ہوں گے۔“

”اور وہ کون ہے... آپ نے اسے کیوں نہیں بلایا۔“ فیاض گرمانی نے برا سا منہ بنایا۔

”اس کا نام ہے جمیل گاما۔“

”جج... جمیل گاما... کیا مطلب؟“ تین چار آوازیں ابھریں۔

”یہ شخص بھی آپ کے آس پاس کینیڈا میں رہا کرتا تھا اور آپ سے اکثر ملاقاتیں کیا کرتا تھا۔“

”جی ہاں! یہ بات تو واقعی ہے۔“

”آپ سب کو ایک دوسرے کے بارے میں معلوم ہے کہ یہاں آکر کہاں رہ رہے ہیں، لیکن... کسی کو جمیل گاما کے بارے میں معلوم نہیں... گویا اس نے اپنا یہاں کا پتا کسی کو نہیں دیا تھا۔“

”ارے ہاں! یہ بات ٹھیک ہے۔“ فیاض گرمانی نے فوراً کہا۔

”معاف کیجیے گا جناب! ذرا اس بات کی وضاحت کر دیں۔ آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے، میرا اس کیس سے کیا تعلق؟“ توفیق شاشا نے الجھن کے عالم میں کہا۔

”آپ ہی سے تو یہ کیس شروع ہوا تھا... اس لیے آپ کو بھی دعوت دی گئی ہے، ویسے اگر آپ شرکت نہیں کرنا چاہتے تو شوق سے تشریف لے جا سکتے ہیں۔“

''چلیے خیر... اب میں آگیا ہوں تو دیکھ کر ہی جاؤں گا... یہ چکر کیا ہے۔''

''شکریہ... چکر بہت پرلطف ہے... کیس کا مجرم بہت چال باز ہے، شروع سے لے کر آخر تک وہ چال بازیاں کرتا رہا ہے۔ آپ لوگوں کے گھروں میں اس کا آنا جانا بھی اس کی چال بازی کا ایک حصہ تھا۔''

''کک... کیا مطلب؟''

''وہ کینیڈا میں آیا تو ہوگا، ملازمت یا کوئی اور کام کرنے کے بہانے، لیکن چونکہ اس کا ذہن مجرمانہ تھا، اس لیے کام اپنے ذہن کے مطابق کرتا رہا ہے، اس بات کا بھی زبردست امکان ہے کہ کینیڈا جانے سے پہلے یہاں بھی وہ جرائم کرتا رہا ہو، اس نے پہلے دولت جمع کی، پھر کینیڈا چلا گیا... یہ بھی ہوسکتا ہے، قانون سے بچنے کے لیے اس نے ملک سے باہر جانے کا پروگرام بنایا ہو... میں نے اپنے ماتحت کے ذریعے ان مجرموں کی فائل منگوائی ہے جو پکڑے نہیں جاسکے۔ ہم ابھی اس فائل میں ان کی تصاویر آپ کو دکھائیں گے... شاید اس طرح ہم زیادہ آسانی سے مجرم تک پہنچ جائیں۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ کینیڈا جاکر بھی اس کا ذہن مجرمانہ رہا، اپنے اسی ذہن سے کام لیتے ہوئے اس نے ایک ملک کے گھرانوں سے راہ و رسم بڑھائی کی، ان گھروں میں آنا جانا شروع کیا، ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کیں... اس نے آپ سب کو اپنا نام جمیل گاما بتایا، کیا میں درست کہہ رہا ہوں۔''

''ہاں جناب بالکل۔'' فیاض گرمانی نے کہا۔

''شکریہ... وہ اسی طرح آتا جاتا...''

عین اس لمحے اکرام اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر انسپکٹر جمشید

نے اپنی بات درمیان میں چھوڑ دی۔ اکرام کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔

''السلام علیکم سر! یہ ان لوگوں کی فائل ہے، جو پکڑے نہیں جاسکے۔''

انہوں نے فائل کی ورق گردانی شروع کردی... پھر ایک تصویر پر نظر پڑتے ہی وہ زور سے اچھلے، ساتھ ہی ان کے منہ سے نکلا۔

''اوہو! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔''

''آپ جو دیکھ رہے ہیں... مہربانی فرما کر ہمیں بھی دکھادیں۔''

''اچھا ٹھیک ہے، لو تم بھی دیکھ لو... کیا یاد کروگے، ہمارے مجرم کی تصویر۔''

''جی کیا فرمایا... ہمارے مجرم کی تصویر۔''

''ہاں! اور کیا کہوں، بھئی جسے ہم گرفتار کریں گے، وہ ہمارا مجرم ہی ہوا نا... کہنے کو کہہ سکتے ہیں، اس کیس کے مجرم کی تصویر یا پھر یہ بھی کہہ سکتے ہیں... اس مظلوم گھرانے کے مجرم کی تصویر۔''

''جی... مظلوم گھرانہ... آپ کا مطلب ہے صولت خان کا گھرانا...'' فرزانہ چونکی۔

''ابھی میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کون سا گھرانہ مظلوم ہے... مجرم ضرور ظالم ہے...''

اب انہوں نے فائل ان کے سامنے کردی اور تصویر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ سب ایک ساتھ تصویر پر جھک گئے... لیکن ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا، اس لیے کہ اس تصویر والا شخص اس وقت ان لوگوں میں موجود نہیں تھا۔

''یہاں تو اس تصویر والا شخص موجود نہیں ہے۔''

''ہاہاہا... یہی تو کہانی ہے... تصویر والا شخص یہاں موجود ہے اور وہی

ہمارا مجرم ہے..."

ایک بار پھر انہوں نے وہاں موجود لوگوں کو غور سے دیکھا، کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ مجرم نے ان لوگوں کے گھروں میں باقاعدہ آنا جانا شروع کیا۔ لوگ دوسرے ملک میں اپنے ملک کے لوگوں کو دیکھ کر اور ان سے مل کر بہت زیادہ خوشی محسوس کرتے ہیں... مثلاً ہم کسی دوسرے ملک میں جاتے ہیں اور وہاں کوئی ہمارے ملک کا شخص مل جاتا ہے تو ہمیں خوشی ہوتی ہے یا نہیں۔" یہاں تک کہ وہ چند سیکنڈ کے لیے رکے، جیسے ان سے تصدیق چاہ رہے ہوں۔

"ہاں! بالکل خوش ہوتے ہیں۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"تو اسی طرح یہ حضرت جمیل گاما سے مل کر خوش ہوئے تھے... جب کہ وہ مجرمانہ ذہن کا آدمی ہی نہیں تھا، ایک پختہ کار مجرم تھا، اپنے ملک میں جرائم کرتا رہا تھا اور جب اس نے دیکھا کہ اب وہ پولیس کی زد میں آیا چاہتا ہے تو وہ کینیڈا چلا گیا، کینیڈا جانے کا انتظام اس نے پہلے ہی کر رکھا تھا، اس قسم کے لوگ ایسی تیاریاں رکھتے ہیں... لیکن وہ سنا ہے نا، چور چوری سے جاتا ہے ہیرا پھیری سے نہیں جاتا، یہ حضرت وہاں جا کر باز نہ رہ سکے، اس دوران یہ بات معلوم ہوئی کہ صولت خان کا گھرانہ سب سے زیادہ مال دار گھرانا ہے، دونوں بھائی اونچی قسم کی ملازمت کر رہے ہیں اور انہیں ہیرے خریدنے کا بہت شوق ہے، اس طرح انہوں نے بہت سے ہیرے خرید رکھے ہیں اور یہ کہ وہ ہیرے ان کی سیف کے خفیہ خانے میں ہیں، اب یہ صاحب ہیرے حاصل کرنے کے لیے بے چین ہو گئے... لیکن ان کے مقابلے میں دو طاقت ور بھائی تھے اور ان کی طرف سے انہیں خطرہ تھا کہ کہیں وہ حملہ نہ کر دیں، اس لیے انہوں نے اپنے ہم خیال تین دوستوں کے ساتھ مل کر ڈاکے کا پروگرام

ترتیب دیا، سیف کا جائزہ یہ پہلے ہی لے چکے تھے اور جمیل گاما کے نزدیک سیف کھولنا بائیں ہاتھ کا کام تھا، اس طرح پروگرام ترتیب دیا گیا، لیکن ڈاکے کے وقت وہ مسئلہ پیش آگیا جس کا انہیں گمان نہیں تھا، جمیل گاما کو یہ خطرہ تو تھا کہ اگر اس نے تنہا یہ کام کیا تو دونوں بھائی اس پر جھپٹ پڑیں گے، لیکن وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ صولت خان کا بھائی اچانک ان پر حملہ کر دے گا... اور سچ یہی ہے کہ ان کا وہ بھائی بہت زیادہ دلیر تھا، اسے ہیروں کا بہت شوق تھا، وہ ان ہیروں کو ہاتھ سے جاتے نہ دیکھ سکا اور ان پر ٹوٹ پڑا، لیکن بہرحال یہ اس کی غلطی تھی، ان کے پاس پستول تھے اور بے آواز تھے، اس طرح وہ بے چارے مارے گئے اور صولت خان زخمی ہوئے، ڈاکو نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ کینیڈا کی پولیس سراغ نہ لگا سکی... اس لیے کہ ڈاکو تو پوری طرح نقاب میں تھے... انہیں معلوم نہ ہو سکا کہ ان میں جمیل گاما شامل تھا... یہ بات تو ہمیں فیاض گرمانی کے گھر اس کی زنجیر ملنے پر معلوم ہوئی... وہ جب بھی کینیڈا میں ان سے ملنے کے لیے آیا تھا، اس کی بائیں کلائی میں یہ زنجیر ہوتی تھی، اس کی بد قسمتی کہ یہ زنجیر ٹوٹ کر گر گئی... یہ ہے کہانی... اب اس طرف کی سنیے، صولت خان جب ملک میں آئے تو اس سانحے کا ان پر بہت اثر تھا، اشرف پولیس میں رہ چکے تھے... دونوں جب مل کر بیٹھے تو اشرف رائے نے کہا، میں اپنے طور پر مجرم کا سراغ لگاؤں گا... اس طرح اشرف رائے نے سب سے پہلے فیاض گرمانی کے گھر کا جائزہ لینے کا پروگرام بنایا... انہوں نے گھر کے افراد کو بے ہوش کر کے تلاشی لینے کا منصوبہ بنایا تھا، اگرچہ یہ غیر قانونی تھا اور انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا... لیکن ہوا کیا، انہیں فیاض صاحب کے پڑوسی توفیق شاہ صاحب نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا، انہوں نے پہلے تو پولیس کو فون کیا، پھر مجھے فون کر دیا... اس طرح اس کیس میں ہم شامل ہوئے... پہلی مرتبہ تلاشی لینے پر اشرف رائے کو کچھ نہ مل سکا... تو انہوں نے

دوبارہ تلاشی لینے کا پروگرام بنایا۔ کچھ ہی دیر بعد یہ پھر وہاں پہنچ گئے، لیکن ہم لوگوں نے انہیں دیکھ لیا اور انہیں پکڑنے کے لیے دوڑ پڑے، یہ دوڑ کر بھاگ نکلے... کہ کہیں ان پر شک نہ کیا جائے... میں اس سے پہلے ہی خان رحمان کو فون کر چکا تھا تا کہ یہ میرے پاس آجائیں... لیکن جب میں نے دیکھا کہ سایہ نکلا جارہا ہے اور محمود فاروق اور فرزانہ بے بس کھڑے رہ گئے ہیں تو خان رحمان کو ان کی طرف بھیج دیا، اس طرح ہم اشرف رائے تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے، ان کی کہانی سن کر ہم کہانی مکمل کرنے لگے... ادھر زنجیر ملنے پر جمیل گاما کا نام سامنے آیا اور ہم نے جان لیا، ہمارا مجرم جمیل گاما ہے... اس کا سابقہ نام جیسا کہ اس فائل میں موجود ہے.... منیر ٹونگری ہے.... اس طرح یہ کہانی ختم ہوتی ہے۔" یہاں تک کہ انسپکٹر جمشید خاموش ہوگئے۔

"جی کیا فرمایا... کہانی ختم ہوتی ہے... اور مجرم کہاں گیا۔"

"بتا تو دیا... اس کا سابقہ نام منیر ٹونگری ہے... کینیڈا والا نام اصل نام ہے.... اور وہ نام ہے، جمیل گاما... کیونکہ اسی نام کے اس کے کاغذات ہیں..."

"لیکن یہاں جمیل گاما کہاں ہے؟"

"مجھے یہاں جمیل گاما بیٹھا نظر آرہا ہے...."

"تب پھر ہمیں کیوں نظر نہیں آرہا۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"یہ لو... تم میری عینک لے لو۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

اور وہ مسکرا دیے... پھر انسپکٹر جمشید نے منیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر جمیل گاما... اب آپ اپنا تعارف خود کرا دیں... کیونکہ اب آپ خود کو چھپا تو سکیں گے نہیں... ہم آپ کے گھر کی تلاشی لے کر وہ ہیرے برآمد کریں

گے... اس طرح آپ کو صرف ہیروں کی چوری کے سلسلے میں گرفتار نہیں کیا جائے گا... صولت خان کے بھائی کے قتل کے الزام میں بھی پکڑا جائے گا...."

وہ ایک بار پھر خاموش ہوگئے، وہاں موجود سب لوگوں نے ایک دوسرے کو حیرت زدہ انداز میں دیکھنا شروع کیا... پھر ان سب کی نظریں ایک چہرے پر جم گئیں کیونکہ اس چہرے پر انھیں تاریکی ہی تاریکی نظر آرہی تھی... جرم کی سیاہی نے اس کے نقوش بدل کر رکھ دیے تھے... ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہمارے مجرم دراصل اس وقت زبردست قسم کے میک اپ میں ہیں اور یہ میک اپ قدرتی قسم کا ہے... یعنی پہلے ان کے چہرے پر گھنی مونچھیں نہیں تھیں... آنکھوں کا رنگ بھورا تھا، لیکن اب ان کی آنکھیں کالی نظر آرہی ہیں... کسی قسم کے لوشن سے انھوں نے آنکھیں کالی کرلی ہیں... اسی طرح اور بھی کئی قدرتی تبدیلیاں کرلی ہیں... گدی کے بال بہت بڑھا لیے ہیں... اسی طرح سر کے بال پیشانی کو ڈھانپ چکے ہیں، اس طرح اب یہ ہمارے توفیق شاشا بن کر رہ گئے ہیں۔"

"لیکن ابا جان یہ کیا بات ہوئی۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"جو بات تمہارے خیال میں نہیں ہوئی... بتا دو۔"

"اگر یہ مجرم ہیں تو انھوں نے فوراً آپ کو کیوں فون کیا... انھیں تو خاموش رہنا چاہیے تھا... اگر کوئی فیاض کرمانی کے گھر میں تلاشی لینے کے لیے آگیا تھا تو انھیں اس سلسلے میں کیا پریشانی تھی... آپ کو فون کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"تمہارے سوال میں وزن ہے... لیکن اس کا جواب موجود ہے... کسی شخص سے جب قتل جیسا جرم ہو جاتا ہے تو وہ سن گن لیے بغیر نہیں رہتا... اس شخص نے غالباً صولت خان اور جمیل گاما کی باتیں سننے کی کوشش کی ہوگی... ان کا پروگرام جب ان کے سامنے آیا تو انھوں نے سوچا... وہ سامنے رہتا ہے... جب

فیاض گرمانی کے گھر کوئی واردات ہوگی تو پولیس اس پر بھی شک کرے گی... اس طرح کہیں ان کا کام نہ خراب ہو جائے، لہٰذا اس نے سوچا، وہ اس معاملے کا ہیرو کیوں نہ بن جائے... سو اس نے پہلے پولیس کو فون کیا اور پھر مجھے کر دیا، اصل میں تو یہ مجھے ہی فون کرنا چاہتا تھا... اسے اپنی بچت کا یہی راستہ نظر آیا تھا، لیکن یہی راستہ اس کی تباہی کا راستہ بن گیا۔''

''ایک بات اور ابا جان۔'' فرزانہ بول اٹھی۔

''ہاں کہو!''

''اشرف رائے کو تو قاتل کی تلاش تھی... اس لیے انھوں نے تلاشی لینے کا پروگرام بنایا تھا... خود یہ صاحب وہاں کسی چیز کی تلاش میں چلے گئے۔''

''ہمارے ساتھ یہ بھی اندر گئے تھے، انھوں نے دیکھا... نقدی اور زیورات کو تلاشی لینے والے کے ہاتھ بھی نہیں لگایا... لہٰذا اس نے سوچا، کیوں نہ اس موقعے سے فائدہ اٹھایا جائے... لہٰذا یہ زیورات اور نقد رقم پر ہاتھ صاف کرنے چلے گئے... تم نے سنا نہیں... لالچ بری بلا ہے... بس انھیں ان کا لالچ لے کر بیٹھ گیا... ویسے یہ وہاں نہ جاتے تو ہم تب بھی ان تک ضرور پہنچتے... کیونکہ آخر کار ہمیں انہیں چیک تو کرنا تھا... ان کے فون کر دینے کی وجہ سے ہم انہیں شک سے بری نہیں کر سکتے تھے ... یہ ہمارا اصول نہیں ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اس اصول کی وجہ سے ہی ہم بڑے بڑے گھاگ مجرموں کو پکڑنے میں کامیاب ہوئے ہیں... اب اس بے چارے کو جیل جانے دو... بہت دنوں سے جیل اس کا انتظار کر رہی ہے... اور یہ چھپے رستم بن کر چھپے بیٹھے تھے... پتا نہیں جرم کی دنیا کے لوگ یہ کیوں نہیں سمجھ جاتے... جرم چھپ نہیں سکتا... آخر ایک دن ظاہر ہو کر رہتا ہے اور اگر کسی طرح چھپا رہ بھی جائے تو اللہ کی پکڑ میں تو آ کر رہتا ہے...''

''اس کا مطلب ہے... بے چارہ کیس ختم ہوا۔'' فاروق نے مسکرا کر کہا۔

''لیجیے... اب کیس بھی بے چارے ہونے لگے۔'' محمود جل گیا۔

''بھئی ہونے کو اس دنیا کیا چیز بے چاری نہیں ہو سکتی۔'' فرزانہ ہنس دی۔

''دھت تیرے کی۔'' محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا...

اور وہ سب مسکرانے لگے... اکرام مجرم کی طرف بڑھ رہا تھا۔

☆☆☆
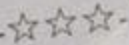
اٹلانٹس پبلیکیشنز
D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2578273 - 2581720
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

Atlantis Publications

اشتیاق احمد کے معرکتہ الآراء قلم سے تخلیق پانے والے زندہ وتابندہ کردار

انسپکٹر جمشید — ایمانداری، شجاعت اور کارکردگی میں لاثانی، نہ صرف اپنے محکمے بلکہ اپنی قوم کیلئے بھی قابلِ فخر افسر۔

محمود — انسپکٹر جمشید کا بڑا بیٹا، ہونہار اور ذہین، خطرے اور جرم کی قبل از وقت بُو سونگھنے کی خداداد صلاحیت رکھنے والا۔

فاروق — بظاہر مزاحیہ مگر بلا کا شاطر، درختوں اور دیواروں پر چڑھنے میں قدرتی طور پر پھرتیلا۔

فرزانہ — انسپکٹر جمشید کی اکلوتی بیٹی، ذہانت اور معاملہ فہمی میں اپنے دونوں بھائیوں سے بھی دو ہاتھ آگے، قوتِ سماعت قدرتی طور پر عام انسانوں سے کہیں تیز۔

اگر آپ **انسپکٹر جمشید سیریز** کے مستقل قاری ہیں تو آپ ان کرداروں سے یقیناً نہ صرف واقف ہوں گے بلکہ ان کے مداح بھی ہونگے اور اگر آپ ان سے واقف ... غیر ولولہ انگیز زندگی گذار رہے ...
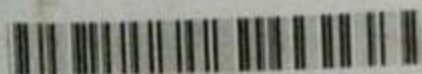
9789696010035
Chaalbaaz
Rs. 120